اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب

الحمد للہ علی احسانہ کہ درین ایام میمنت التیام کتاب لاجواب نتائج افکار عالی ہمم *

سلک مروارید

ترجمہ

عقد الجید

من تصنیف عالم نبیل فاضل جلیل آیۃ من آیات اللہ [illegible]

تصحیح تام و تنقیح مالاکلام باہتمام جناب مولوی حافظ محمد عبد الاحد صاحب ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۰ھ

در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

٨٥٩٢٩

دیباچہ مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الوحید الفرید الذی ہو یبدء و یعید والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد المحمود الحمید الذی اتباعہ وحبہ للمومنین زینۃ وتفاخر کعقد الجید وعلی آلہ واصحابہ واشیاعہ الذین نالوا اقصی المراتب من التوحید وعلی علماء امتہ الذین شادوا للعوام اساس التقلید۔ لیکونوا بہ علی بصیرۃ من امر دینہم واحتیاط عزیز سالم یخالفوا فی ذلک السنۃ المحکمۃ والقرآن المجید **بعد** اسکے احقر زمن **محمد احسن** صدیقی نانوتوی ارباب بینش کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ پہلے اس سے حسب فرمایش عزیز از جان مولوی عبد الاحد سلمہ الصمد کے رسالہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف مؤلفہ آیۃ من آیات اللہ حضرت شیخ المشایخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ترجمہ زبان اردو مین کیا گیا تھا اُسکے بعد عزیز موصوف نے دوسرے رسالہ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید کے ترجمہ کی استدعا کی بپاس خاطر اُن کے اس کا ترجمہ بھی کیا گیا اور نام اس ترجمہ کا **سلک مروارید** رکھا یہان ایک بات قابل گذارش ہے کہ جن لوگون نے تحریر جناب شاہ صاحب قدس سرہ پر نظر ڈالی ہے اُن پر منکشف ہوگا کہ حضرت ممدوح کو عبارت متین لکھنے کا ملکہ راسخہ ہے اور ہر ایک جملہ مضمون ثقل و دل ادا کر رہا ہے ایسی عبارت دقیق کا ترجمہ تحت لفظا کارآمد نہین اسلیئے کہ غرض ترجمہ سے مطلب کو سمجھنا ہے اور مشکل عبارت کے ترجمہ کا مطلب بہت سی باتون کی توضیح سے معلوم ہوتا ہے۔ **اول** ضمیرون اور اشارات کے مشتبہ ہونیکی صورت مین مرجع اور مشارالیہ کا بیان کرنا **دوم** تقدیم و تاخیر کلمات کیوجہ سے جو تعقید لفظی یا معنوی ہو اسکو دور کرنا **سوم** مبتدا اور خبر مین یا فعل اور فاعل مین یا شرط و جزا مین یا معطوف اور معطوف علیہ مین یا کسی اور لازم و ملزوم مین اگر فاصلہ اجنبی پڑ جاے اسکو رفع کرنا **چہارم**

ED 1986-87

بعض مواقع مین اسم مظہر کو ضمیر کے جگہہ رکھنا **پنجم** عبارت قصہ طلب مین اُس قصہ کو ذکر کرنا **ششم**
اگر تلمیح آیہ اور حدیث کی طرف ہو تو اُس آیہ یا حدیث کو بیان کرنا **ہفتم** بعض جا مطلق کو مقید کرنا اور مقید کو
مطلق **ہشتم** مجمل اور مبہم کی تفسیر کرنا **نہم** اگر ترکیب کلام غور طلب ہو تو اسکو بیان کرنا **دہم** محذوف
اور مقدر کا ذکر کر دینا - **یازدہم** محاورہ اردو کے لحاظ سے الفاظ کو مقدم و مؤخر کرنا **دوازدہم** مضامین
مختلفہ کو ایک دوسرے سے جدا کرنا - اور اسی طرح کی بیسیون باتون سے مطلب سمجھ مین آتا ہے ترجمہ
تحت لفظ مین اکثر باتین ان مین سے نہین ہو سکتین سو بحمد اللہ ہمنے ان سب باتون کو ملحوظ رکھا ہے اور
مشکل عبارات اور تلمیحات کو حواشی سے واضح کیا ہے اور عبارت عربیہ کو صفحہ کے داہنی طرف اور ترجمہ
کو بائین طرف لکھا ہے اور عبارت عربی کو اپنی دانست مین کئی نسخون قلمی اور مطبوع سے صحیح کیا ہے اور
نشان ضمائر اور رموز عطف وصفت و تعلق بھی جا بجا کر دئیے کہ عربی عبارت کا سمجھنا بھی آسان ہو جاوے

اب قطعہ تاریخ ختم ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے

قطعہ

فضل اور توفیق یزدانی سے عقد الجید کا	جانفشانی سے کیا جب مین نے پورا ترجمہ
مصرعہ تاریخ کا ہاتف نے احسن ہے کہا	سلک مروارید ہے دیکھا یہ زیبا ترجمہ

۱۳۰۹

امید ناظرین انصاف پسند سے یہ ہے کہ بعد ملاحظہ ترجمہ کے دعاء
خیر سے یاد فرما دین اور سہو و خطا کو معاف کرین و آخر
دعونا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ
تعالےٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ و
اصحابہ اجمعین ++
سنہ ۱۳۰۹ ہجری
فقط

دیباچہ مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

...صلوۃ والسلام علی سیدنا محمد المحمود الحمید الذی اتباعہ وحبہ للمومنین
...سیما الذین نالوا اقصی المراتب من التوحید وعلی علماء امتہ الذین
...میرۃ من امر دینہم واحتیاط مزید مالہم یجا الغوافی ذلک السنۃ المحکمۃ
...احسن صدیقی نانوتوی ارباب بینش کی خدمت مین عرض
...ویز از جان مولوی عبد الاحد سلمہ الصمد کے رسالہ انصاف
...ت اللہ حضرت شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ترجمہ
...و فنے دوسرے رسالہ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید
...ے اس کا ترجمہ بھی کیا گیا اور نام اس ترجمہ کا سلک مروارید
...کہ جن لوگون نے تحریر جناب شاہ صاحب قدس سرہ پر نظر ڈالی
...ارت ستین لکھنے کا ملکہ راسخہ ہے اور ہر ایک جملہ مضمون ناقل
...یہ تحت لفظا کار آمد نہین اسلیئے کہ غرض ترجمہ سے مطلب کا
...ب بہت سی باتون کی توضیح سے معلوم ہوتا ہے۔ اول
...ت مین مرجع اور مشار الیہ کا بیان کرنا دوم تقدیم و تاخیر
...دور کرنا سوم مبتدا اور خبر مین یا فعل اور فاعل مین یا شتہ
...لازم وملزوم مین اگر فاصلہ اجنبی پڑجاے اسکو رفع کرنا چہارم

بعض مواقع مین اسم مظہر کو مضمر کے جگہہ رکھنا پنجم عبارت قصہ طلب مین اُس قصہ کو ذکر کرنا ششم اگر تلمیح آیہ اور حدیث کی طرف ہو تو اُس آیہ یا حدیث کو بیان کرنا ہفتم بعض جا مطلق کو مقید کرنا اور مقید کو مطلق ہشتم مجمل اور مبہم کی تفسیر کرنا نہم اگر ترکیب کلام غور طلب ہو تو اسکو بیان کرنا دہم محذوف اور مقدر کا ذکر کر دینا ۔ یازدہم محاورہ اردو کے لحاظ سے الفاظ کو مقدم و مؤخر کرنا دوازدہم مضامین مختلفہ کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ۔ اور اسی طرح کی بیسیون باتون سے مطلب سمجھ مین آتا ہے ترجمہ تحت لفظ مین اکثر باتین ان مین سے نہین ہوسکتین سو بحمد اللہ منے ان سب باتون کو ملحوظ رکھا ہے اور مشکل عبارات اور تلمیحات کو حواشی سے واضح کیا ہے اور عبارت عربیہ کو صفحہ کے داہنی طرف اور ترجمہ کو بائین طرف لکھا ہے اور عبارت عربی کو اپنی دانست مین کئی نسخون قلمی اور مطبوع سے صحیح کیا ہے اور نشان ضمائر اور رموز عطف وصفت و تعلق بھی جابجا کر دئے کہ عربی عبارت کا سمجھنا بھی آسان ہو جاوے

اب قطعہ تاریخ ختم ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے

قطعہ

فضل اور توفیق یزدانی سے عقد الجید کا
جانفشانی سے کیا جب مین نے پورا ترجمہ
مصرعہ تاریخ کا ہاتف نے احسن سے کہا
سلک مروارید ہے دیکھا یہ زیبا ترجمہ

امید ناظرین انصاف پسند سے یہ ہے کہ بعد ملاحظہ ترجمہ کے دعاء خیر سے یاد فرما دین اور سہو و خطا کو معاف کرین وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالے علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ٭٢٭

سنہ ١٣٠٩ ہجری

فقط

فہرست رسالۂ سلک مروارید ترجمہ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتق[لید]

صفحہ	مضمون
۵	دیباچہ مؤلف
۶	باب اول تعریف اجتہاد اور اُسکے اقسام اور شروط کے بیان مین۔
٠	مجتہد پانچ علمون کے جاننے سے ہوتا ہے۔
٠	مجتہد مطلق کی دو قسمین ہین مستقل اور منتسب۔
۱۱	باب دوم دو مجتہدون کے اختلاف کرنے مین کسی حکم شرعی کے بارہ مین۔
۱۱	بیضاوی کا قول اس اختلاف کے باب مین۔
۱۲	اعتراض مؤلف کا بیضاوی پر۔
۱۵	تحقیق مؤلف کی اس باب مین۔
۱۸	فقہا کے اختلاف کے بڑے بڑے مقامات کئی باتین ہین۔
۲۱	فائدہ جلیلہ
۲۱	باب سوم اُن چارون مذہبون کے اختیار کرنیکی تاکید اور اُنسے باہر نکلنے کی ممانعت شدید مین۔
۳۴	ابن حزم کا قول تقلید کے حرام ہونے کے بیان مین
۳۹	ابن حزم کا قول کن لوگون پر صادق آتا ہے۔
۴۱	باب چہارم لوگون کے اختلاف مین ان مذاہب کے اختیار کرنے مین اور یہ کہ اسباب مین اُنپر کیا واجب ہے
〃	اسمین چار فصلین ہین۔
〃	فصل اول مجتہد مطلق منتسب کے بیان مین۔

صفحہ	مضمون
۴۴	فصل دوم مجتہد فی المذہب کے بیان مین اور اسمین تین مسئلہ ہین
〃	مسئلہ اول ایسے مجتہد پر کیا واجب ہے
۴۷	دوسرا مسئلہ فقہا کے قاعدہ کے بموجب مسائل [illegible] چار قسم کے ہین۔
۴۹	تیسرا مسئلہ اختلاف امام اعظم رح اور صاحبین رح [illegible] صورت مین کس کے قول پر عمل ہوتا ہے۔
۵۱	تیسری فصل علامہ مذہب کے بیان مین اسمین [illegible] مسئلہ ہین۔
〃	مسئلہ اول علامہ مذہب کی شرط کے بیان مین
۵۲	دوسرا مسئلہ ایسے عالم کو اپنے مذہب کے مخالف حدیث [illegible] عمل جائز ہے یا نہین۔
۵۸	تیسرا مسئلہ ایسے عالم کو کسی مسئلہ مین دوسرے امام کی تقلید کرکے اپنے امام کے مذہب کے خلاف عمل کرنا جائز ہے یا نہین
۶۷	فائدہ عبارت انوار کے اختلاف اور اُسکے جواب مین
۶۹	چوتھا مسئلہ تقلید کی دو قسمین ہین واجب اور حرام
۷۱	پانچوان مسئلہ روایات نادر اور متروک سے فتوی دینے مین علما کے اختلاف کا بیان۔
۷۶	چوتھی فصل عامی کے بیان مین۔
۸۰	پانچوان تقلید مین اعتدال رکھنے کے بیان مین
۸۸	انوار کے قول کے بموجب مقلدون کی تین قسمین ہین
۸۹	فتح القدیر کے عبارت کہ مجتہد کے سوا کوئی فتوی نہ[دے]

تمت

عبارت عربی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[الحمد] للہ الذی بعث سیدنا محمدا الی العرب [والعـ]جم لیستضیئوا بہ فی الظلمات [وینا]ل ببیبہ معالی المقامات من کان اہل عوالی الہمم واشہد ان لا الہ [الا] اللہ وحدہ وان محمدا عبدہ [ورسـ]ولہ الذی لا نبی بعدہ [صـ]لی اللہ تعالے علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم

[اما بعد ف]یقول العبد الضعیف المفتقر [الی ر]حمۃ ربہ الکریم ولی اللہ بن عبد الرحیم [عاملہما] اللہ تعالے عما شانہما

ترجمہ اُردو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفین اللہ کو سزاوار ہین جسنے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب اور عجم کی طرف بھیجا یعنی سب کا پیغمبر کیا تاکہ یہ لوگ اُن کے وجود سے جہالت کی تاریکیون مین نور حاصل کرین اور اُن کے فیض تعلیم کی وجہ سے بلند مقامون پر پہونچین جو لوگ کہ بلند حوصلے رکھتے ہون اور مین گواہی دیتا ہون اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہین سوائے خدا کے کہ وہ یکتا ہے اور اس بات کی کہ محمد اُس کے بندے اور رسول ہین جن کے بعد کوئی پیغمبر نہین رحمت اور برکت اور سلام بھیجے اللہ تعالے اُنپر اور اُن کی اولاد اور اُن کے یارون پر۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے کہتا ہے بندۂ ناتوان محتاج اپنے پروردگار کریم کی رحمت کا ولی اللہ بن عبدالرحیم محفوظ رکھے اللہ تعالی اُس کو اُن باتون سے جو اُس کو عیب لگاوین

واصلح باله وحاله وشانه هذه رسالة سميتها

عقد الجيد في احكام الاجتهاد والتقليد

حملني على تحريرها سوال بعض الاصحاب عن مسائل مهمة في ذلك الباب

باب في بيان حقيقة الاجتهاد وشرطه واقسامه

حقيقة الاجتهاد على ما يفهم من كلام العلماء استفراغ الجهد في ادراك الاحكام الشرعية الفرعية من ادلتها التفصيلية الراجعة كلياتها الى اربعة اقسام الكتاب والسنة والاجماع والقياس ويفهم من هذا انه اعم من ان يكون استفراغا في ادراك حكم ما سبق التكلم فيه من العلماء السابقين اولا وافقهم في ذلك او خالف ومن ان يكون ذلك باعانة البعض في التنبيه على صور المسائل والتنبيه على ماخذ الاحكام من الادلة التفصيلية او بغير اعانة منه فما يظن فيمن كان موافقا لشيخه في اكثر المسائل لكنه يعرف لكل حكم دليلا ويطمئن قلبه بذلك الدليل وهو على بصيرة من امره انه ليس بمجتهد ظن فاسد وكذلك ما

اور درست فرماوے اُس کے دل اور حال اور کام کو کہ یہ ایک رسالہ ہے جسکا نام مین نے عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید رکھا مجکو اُس کے لکھنے کا باعث بعض یارون کا سوال ہوا جنھون نے مسائل ضروری اجتہاد و تقلید کے دریافت کیے۔

باب اوّل بیان مین اجتہاد کی تعریف اور اسکی شرط اور اقسام

اجتہاد کی تعریف جو کلام علما سے سمجھی جاتی ہے یہ ہے کہ خوب محنت کرنا دریافت کرنے مین شریعت کے احکام فرعی کو اُنکی تفصیلی دلیلون سے جنکی کلیات کا ماٰل چار قسم پر ہے یعنی کتاب و سنت اور اجماع اور قیاس (حاصل یہ کہ احکام فرعی کو ان چارون اصلون سے محنت تام کے ساتھ نکالنے کا نام اجتہاد ہے) اور اس تعریف سے سمجھا گیا کہ اجتہاد اس سے عام ہے کہ گزشتہ کال ایسے حکم کی معلوم کرنے مین ہوئی ہو جسمین علماء سلف کی گفتگو ہو چکی ہو یا نہوئی ہو محنت اس اجتہاد مین علماء سابق کا موافق ہوا ہو یا مخالف نیز اس سے عام ہے کہ یہ اجتہاد کسی کی اعانت سے ہوا مثلاً کسی نے مسائل کی صورتون کو بتا دیا ہو اور ماخذ احکام دلائل تفصیلی سے اشارہ کر دیا ہو یا کسی کی اعانت سے نہوا ہو پھر اب جو گمان کیا جاوے ایسے شخص عالم کے حق مین جو اکثر مسائل مین اپنے امام سے موافق ہو لیکن اسکے ساتھ ہر حکم کی دلیل جانتا ہو اور اس دلیل پر اسکا دل مطمئن ہو اور اپنے کام کو سمجھ بوجھ کر کرتا ہو کہ وہ مجتہد نہین ہے تو یہ گمان اُس شخص کے حق مین گمان فاسد ہے اور اس طرح

يظنون من ان المجتهد لا يوجد في هذه الازمنة اعتمادا على الظن الاول بناء فاسد على فاسد

وشرطه انه لا بد له ان يعرف من الكتاب والسنة ما يتعلق بالاحكام ومواقع الاجماع وشرائط القياس وكيفية النظر وعلم العربية والناسخ والمنسوخ وحال الرواة ولا حاجة الى الكلام والفقه قال الغزالي انما يحصل الاجتهاد في زماننا بممارسة الفقه وهي طريق تحصيل الدراية في هذا الزمان ولم يكن الطريق في زمن الصحابة رض ذلك قلت هذا اشارة الى ان الاجتهاد المطلق المنتسب لا يتم الا بمعرفة نصوص المجتهد المستقل وكذلك لا بد للمستقل من معرفة كلام من مضى من الصحابة رض والتابعين وتبعهم في ابواب الفقه هذا الذي ذكرناه من شرط الاجتهاد مبسوط في كتب الاصول ولا باس ان يورد كلام البغوي في هذا الموضع قال البغوي والمجتهد من جمع خمسة انواع من العلم علم كتاب الله عز وجل وعلم سنة رسول الله صلى الله عليه واله وسلم

یہ گمان کرتے ہیں کہ مجتہد اس زمانہ مین نہین پایا جاتا بلحاظ اعتماد کرنے کے گمان اول پر تو یہ گمان بناء فاسد بر فاسد ہے۔

اور اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ اجتہاد والے کو ضرور ہے کہ قرآن و حدیث اسقدر جانتا ہو جو احکام سے متعلق ہے اور اجماع کے موقعون اور قیاس صحیح کی شرطون اور نظر کی کیفیت اور علم عربیت اور ناسخ اور منسوخ اور راویون کے حال سے واقف ہو اور اجتہاد مین علم کلام اور فقہ کی کچھ حاجت نہین لیکن امام غزالی رح نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے مین اجتہاد بدون مشق فقہ کے حاصل نہین ہوتا اور مشق فقہ ہی فہم مسائل کے حاصل کرنے کا طریق اس زمانے مین ہے اور یہ طریق صحابہ رض کے وقت مین نتھا مین کہتا ہون کہ غزالی کا قول اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اجتہاد مطلق منتسب جب پورا ہوتا ہے کہ تصریحات مجتہد مستقل پر منتسب کو واقفیت حاصل ہو اور اسیطرح مجتہد مستقل کے لئے ضرور ہے کہ سلف یعنی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے کلام سے فقہ کے ابواب مین واقف ہو اور یہ جو ہم نے اجتہاد کی شرط ذکر کی ہے اصول کی کتابون مین مشروح موجود ہے اور کچھ مضائقہ نہین کہ بغوی کا قول اسمقام مین یعنی بیان شرط اجتہاد مین ذکر کیا جاوے۔

بغوی نے کہا ہے کہ مجتہد وہ عالم ہے کہ پانچ طرح کے علم کا حاوی ہو اول علم کتاب اللہ یعنے قرآن مجید کا دوم علم حدیث رسول خدا صلے اللہ علی وآلہ وسلم

وعلم اقاويل علماء السلف من اجماعهم
واختلافهم وعلم اللغة وعلم القياس
وهو طريق استنباط الحكم عن الكتاب
والسنة اذا لم يجده صريحا فى نص كتاب
اوسنة او اجماع فيجب ان يعلم من علم
الكتاب الناسخ والمنسوخ والمجمل
والمفسر والخاص والعام والمحكم والمتشابه
والكراهة والتحريم والاباحة والندب
والوجوب ويعرف من السنة هذه الاشياء
ويعرف منها الصحيح والضعيف والمسند
والمرسل ويعرف ترتيب السنة على الكتاب
وترتيب الكتاب على السنة حتى لو وجد
حديثا لا يوافق ظاهره الكتاب
يهتدى الى وجه محمله فان السنة بيان
الكتاب ولا تخالفه وانما يجب معرفة
ما ورد منها فى احكام الشرع دون ما عداها
من القصص والاخبار والمواعظ وكذلك
يجب ان يعرف من علم اللغة ما اتى
فى كتاب او سنة فى امور الاحكام دون
الاحاطة بجميع لغات العرب وينبغى
ان يتحرج فيها بحيث يقف على مرام كلام
العرب فيما يدل على المراد من اختلاف
المحال والاحوال

سوم علم علماء سلف کے اقوال کا کہ اُن کا اتفاق کس
قول پر ہے اور اختلاف کس قول مین چہارم علم لغت
عربی کا پنجم علم قیاس کا اور قیاس طریقہ حکم کے نکالنے
کا قرآن اور حدیث سے ہی جس صورتمین کہ حکم مذکور صریح قرآن
یا حدیث یا اجماع کے نصوص مین مجتہد نپاوے (اب ان پانچون
علمونکی مقدار بفصل معلوم کرنی چاہیئے کہ مجتہد کو ہر ایک علم کتنا
چاہیئے) تو قرآن کے علم مین سے اُسپر ان باتون کا جاننا واجب ہے
ناسخ اور منسوخ مجمل اور مفسر خاص اور عام محکم اور متشابہ
کراہت اور تحریم اباحت اور استحباب اور وجوب کا جاننا
اور حدیث مین سے ان اشیاء مذکورہ کا جاننا اور نیز صحیح حدیث
اور ضعیف اور مسند اور مرسل کا جاننا اور حدیث کا مرتب
کرنا قرآن پر اور قرآن کا حدیث پر جاننا حتی کہ اگر کوئی ایسی
حدیث پاوے جس کا ظاہر موافق قرآن کے نہو تو اُسکی
مطابقت کیصورت کا سُراغ لگا سکے کیونکہ حدیث بیان
قرآن مجید کا ہے مخالف قرآن نہین کہ مطابقت نہو سکے
اور احادیث مین سے صرف اُن حدیثون کا جاننا واجب ہے
جو شرعی احکام کے بارہ مین وارد ہوئی ہین نہ ان کے سوا اور
حدیثون کا جاننا جنمین حکایات اور اخبار اور نصائح مذکور
ہین اسیطرح زبان عربی کے اُن الفاظ کا جاننا واجب ہے جو
قرآن خواہ حدیث کے احکامی امور مین واقع ہوئے ہین
نہ یہ کہ کل لغت عربی کو جانے اور بہتر یہ ہی کہ لغت دانی مین اتنی
محنت کرے کہ عرب کے کلام کے مقصود سے واقف ہو جاوے اسطرح
کہ اختلاف مواقع اور حالات کیوجہ سے کلام مذکور سے مراد ہو

لان الخطاب ورد بلسان العرب فمن لم
يعرف لا يقف على مراد الشارع ويعرف
اقاويل الصحابة والتابعين فى الاحكام
ومعظم فتاوى فقهاء الامة حتى لا يقع
حكمه مخالفا لاقوالهم فيكون فيه خرق
الاجماع واذا عرف من كل من هذه الانواع
معظمه فهو حينئذ مجتهد ولا يشترط
معرفة جميعها بحيث لا يشذ عنه شئ
منها واذا لم يعرف نوعا من هذه الانواع
فسبيله التقليد وان كان متبحرا فى
مذهب واحد من احاد ائمة السلف
فلا يجوز له تقلد القضاء ولا الترصد
للفتيا واذا جمع هذه العلوم وكان مجانبا
للاهواء والبدع متدرعا بالورع
محترزا عن الكبائر غير
مصر على الصغائر جاز له
ان يتقلد القضاء ويتصرف فى
الشرع بالاجتهاد والفتوى
ويجب على من لم يجمع هذه
الشرائط تقليده فيما يعن
له من الحوادث

انتهى كلام البغوى

اسلیئے کہ خطاب شریعت عربی زبان مین وارد ہوا ہے
تو جو شخص عربی نجانیگا وہ شارع علیہ السلام کا مقصود
نہ پہچانیگا اور اقوال صحابہ اور تابعین مین سے اسقدر جاننے
جو درباب احکام منقول ہین اور بڑا حصہ اُن فتوون کا
جاننے جو ائمت کے فقہا نے دیئے ہون تاکہ اُس کا حکم
مخالف سلف کے اقوال کے نہ پڑے ورنہ اس صورتمین
اجماع کی مخالفت ہوگی۔ اور جب ان پانچون اقسام
کے علمون مین سے بڑا حصہ جانتا ہوگا تو وہ شخص اس
وقت مجتہد ہوگا اور یہ شرط نہین کہ سب علمون کو
بالکل جانتا ہو حتی کہ کوئی چیز اُن علوم کی اُس سے باقی
نہ رہے۔ اور اگر ان علوم پنجگانہ مین سے ایک قسم
سے بھی ناواقف ہو تو اُس کی سبیل دوسرے کی
تقلید کرنا ہے اگرچہ وہ شخص ایک مذہب مین کسی کے
ائمہ سلف مین سے ماہر کامل ہو تو ایسے شخص کو عہدہ
قضا اختیار کرنا اور فتوی دینے کا امیدوار رہنا درست
نہین۔ اور جس صورت مین کہ ان پانچون علوم کا جامع
اور خواہشون نفسانی اور بدعتون سے علیحدہ ہو
اور ورع و تقوی کو شعار بنایا ہو اور کبیرہ گناہون
سے محترز ہو اور صغیرہ پر اصرار نرکھتا ہو تو اسکو قاضی
ہونا اور اپنے اجتہاد سے شرع مین تصرف کرنا جائز ہے
اور اُس شخص پر جو ان شرطون کا جامع نہین تقلید
کرنی شخص جامع کی واجب ہے اُن حادثون مین کہ اسکو
پیش آوین تمام ہوا کلام بغوی کا۔

وقد صرح الرافعی والنووی وغیرهما
ممن لا یحصی کثرة ان المجتهد
المطلق الذی مر تفسیره علی قسمین (۱)
مستقل ومنتسب ویظهر من کلامهم ان
المستقل یمتاز عن غیره بثلاث خصال
احدها التصرف فی الاصول التی علیها
بناء مجتهداته وثانیتها تتبع الآیات و
الاحادیث والآثار لمعرفة الاحکام التی سبق
بالجواب فیها واختیار بعض الادلة المتعارضة
علی بعض وبیان الراجح من محتملاته والتنبه
لماخذ الاحکام من تلک الادلة والذی
نری والله اعلم ان ذلک ثلثا علم الشافعی
رحمة الله علیه والثالثة
الکلام فی المسائل التی
لم یسبق بالجواب فیها أخذا
من تلک الادلة
والمنتسب من سلم اصول شیخه واستعان
بکلامه کثیرا فی تتبع الادلة والتنبه
للماخذ وهو مع ذلک مستیقن
بالاحکام من قبل ادلتها قادر علی
استنباط المسائل منها قل ذلک منه
او کثر وانما یشترط الامور المذکورة
فی المجتهد المطلق

اور رافعی اور نووی اور ان دونون کے سوا اور ون نے
جو کثرت کے لحاظ سے شمار نہیں ہو سکتے تصریح کی ہے
کہ مجتہد مطلق جسکی تفسیر گذر چکی دو قسم ہے اول مستقل
دوم منتسب اور عالمون کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجتہد
مستقل دوسرون سے تین باتون مین ممتاز ہوتا ہی اول
تصرف کرنا اُن قواعد مین جنپر اُسکے اجتہادی مسائل
کی بنا ہے یعنی جن سے فقہی مسائل نکالے ہین۔ دوسرے
تلاش کرنا آیات و احادیث و آثار کا اُن احکام کے پہچانے
کو جنکا جواب پہلے ہو چکا ہے اور متعارض دلیلون مین سے
کسی کو دوسری پر اختیار کر لینا اور اُسکے معانی جتنے
ہو سکتے ہین اُن مین سے راجح کو بیان کر دینا اور اُن
دلیلون مین سے احکام فقہی کے ماخذ پر مطلع ہونا۔ اور
ہماری دانست مین واللہ اعلم یہ دوسری بات امام شافعی رح
کے علم کی دو تہائی ہے۔ تیسری بات مجتہد مستقل کی جواب
دینا ہے اُن مسائل مین جنکا جواب پہلے نہیں ہوا اُنھین
دلیلون سے نکالکر جنسے پہلون نے نکالا۔
اور مجتہد منتسب یعنی منسوب بمستقل وہ ہی جو اپنے استاد کے
قواعد کو تسلیم کرے اور اُسکے کلام سے اکثر مدد لے دلیلون
کی تلاش اور ماخذ کی واقفیت مین اور باوجود اسکے احکام
فقہی پر یقین رکھتا ہو بلحاظ اُنکی دلائل کے اور اُن دلائل
سے مسائل نکالنے پر قادر ہو خواہ یہ استنباط اُس سے کم
سرزد ہو یا زیادہ اور یہ امور مذکورہ صرف مجتہد مطلق کے
اندر شرط ہین کہ مجتہد مطلق وہی ہوگا جسمین یہ امور پائے جاوین

واما الذی هو دونه فی المرتبة فهو مجتهد
فی المذهب وهو مقلد لامامه فیما ظهر
فیه نصه لکنه یعرف قواعد امامه وما
بنی علیه مذهبه فاذا وقعت حادثة لم یعرف
لامامه فیها نصا اجتهد فیها علی مذهبه
وخرجها من اقواله وعلی منواله ودونه
فی المرتبة مجتهد الفتیا وهو المتبحر فی مذهب
امامه المتمکن من ترجیح
قول علی آخر ووجه من وجوه
الاصحاب علی آخر
والله
اعلم

باب ۲ فی بیان اختلاف المجتهدین

اختلفوا فی تصویب المجتهدین فی المسائل
الفرعیة التی لا قاطع فیها هل
کل مجتهد فیها مصیب او المصیب
فیها واحد وقال بالاول الشیخ ابو الحسن
الاشعری والقاضی ابو بکر وابو یوسف
ومحمد بن الحسن وابن شریح ونقل
عن جمهور المتکلمین من الاشاعرة
والمعتزلة فی کتاب الخراج لابی یوسف
اشارات الی ذلک تقارب التصریح

اور جو عالم کہ مجتہد منتسب سے مرتبہ مین کم ہو وہ مجتہد فی المذہب
ہی ایسا شخص اپنے امام کی تقلید کرتا ہی اُن مسائل مین جنکے
اندر تصریح امام کی ظاہر ہو لیکن وہ اپنے امام کے قواعد
کو اور اُن باتون کو جن پر امام نے اپنا مذہب مبنی کیا ہی
جانتا ہے تو جب کوئی واقعہ ایسا پیش آتا ہے کہ اُسکے
باب مین اپنے امام کا صریح قول نہین جانتا تو اُس مین
امام کے مذہب کے طور پر اجتہاد کرکے اُس کے اقوال سے
اور اُسی کے ڈھنگ پر اُس واقعہ کا حکم نکالتا ہی
اور جو عالم مجتہد فی المذہب سے بھی رتبہ مین کم ہو
وہ مجتہد فی الفتوٰے ہی ایسا شخص اپنے امام کے مذہب
سے واقف کامل ہوتا ہے اور ایک قول کو دوسرے پر
اور ایک صورت کو امام کے شاگردون کی صورتون
مین سے دوسری پر ترجیح دے سکتا ہے واللہ اعلم

باب دوم بیان مین مجتہدون کے اختلاف کے انکے کسی حکم مین

علما نے اختلاف کیا ہے دو مجتہدون کے حکم کے صواب
کہنے مین درباره اُن مسائل فرعی کے جن مین حکم قطعی نہین
اور اختلاف اسی طرح ہے کہ آیا ہر مجتہد اس مسئلہ کے
حکم بیان کرنے مین صواب پر ہی یا صواب پر صرف ایک ہے
دونون کے بر صواب ہونیکے قائل یہ لوگ ہین شیخ ابو الحسن
اشعری اور قاضی ابو بکر اور ابو یوسف اور محمد بن حسن
اور ابن شریح اور اشعری متکلمون کے جمہور اور نیز معتزلہ
سے بھی منقول ہی اور ابو یوسف کی کتاب خراج مین چند
اشارے اسکی طرف ہین جو قریب تصریح کے ہین۔

وبالثانی قال جمهور الفقهاء ونقل عن الائمة الاربعة وقال ابن السمعانی فی القواطع انه ظاهر مذهب الشافعی قال البیضاوی فی المنهاج اختلف فی صواب المجتهدین بناء علی الخلاف فی ان لکل صورة حکما معینا علیه دلیل قطعی او ظنی والمختار ما صح عن الشافعی ان فی الحادثة حکما معینا علیه امارة من وجدها اصاب ومن فقدها اخطأ ولم یأثم لان الاجتهاد مسبوق بالادلة لانه طلبها والدلالة متاخرة عن الحکم فلو تحقق الاجتهادان لاجتمع النقیضان ولانه قال علیه الصلوة والسلام من اصاب فله اجران ومن اخطأ فله اجر واحد قیل لو تعین الحکم فالمخالف له لم یحکم بما انزل الله فیفسق لقوله تعالی ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئك هم الفاسقون قلنا امر بالحکم بما ظنه وان اخطأ الحکم بما انزل الله

اور صرف ایک مجتہد کے برصواب ہونیکے قائل جمہور فقہا ہین اور یہی منقول ہی چارون اماموں سے اور ابن سمعانی نے کتاب قواطع مین کہا ہی کہ یہ ظاہر مذہب امام شافعی رح کا ہی۔
بیضاوی نے منہاج مین بیان کیا ہی کہ دو مجتہدون کے برصواب ہونے کا اختلاف اس خلاف پر مبنی ہے کہ ہر مسئلہ مین ایک حکم معین ہوتا ہی جسپر کوئی دلیل قطعی یا ظنی ہوتی ہی اور مختار وہ قول ہی کہ امام شافعی سے پایہ صحت کو پہونچا ہی کہ ہر حادثہ مین ایک حکم معین ہوتا ہی جسپر ایک پتہ اور نشان ہوتا ہی جو مجتہد وہ نشان جان لیتا ہی وہ صواب کو پہنچتا ہی اور جو اُس پتہ کو نہین پاتا وہ چوک جاتا ہی اور گناہ گار نہین ہوتا کیونکہ دلائل اجتہاد سے پہلے ہوتی ہین اسلیئے کہ اجتہاد طلب دلائل کا نام ہی اور دلالت حکم سے پیچھے ہی اور چوکنا اسوجہ ہی کہ اگر دونون اجتہاد درست ٹھہرین تو اجتماع دو نقیضون کا ہوگا کہ دونون حکم مخالف یکدگر ہین اور ایک وجہ گناہ گار نہونے مجتہد خطا کار کی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجتہد صواب کو پہونچیگا اسکو دو ثواب ہونگے اور جو چوک جائیگا اسکو ایک ثواب ہوگا۔ گناہ گار نہونے پر یہ اعتراض کیا گیا ہی کہ جب حکم ہر مسئلہ کا معین ہوا تو اُسکا مخالف خدا تعالی کے اتارے کے بموجب حکم نکریگا اور اسوجہ سے بدکار ٹھہریگا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفاسقون اسکا جواب ہم کہتے ہین کہ مجتہد خطا کار نے حکم اسی بات کا کیا جسکو صواب گمان کیا اگرچہ حکم دینے مین اللہ تعالی کے اُتارے کے بموجب چوک گیا۔

قیل لو لم یصوب الجمیع لما جاز نصب المخالف وقد نصب ابو بکر رض زیدا قلنا لم یجز تولیة المبطل والمخطئ لیس بمبطل

انتهی

کلام البیضاوی

قوله لکل صورة حکم الخ قلنا حکم علی الغیب بلا دلیل قولها صح عن الشافعی ان فی الحادثة الخ قلنا معناه فی کل حادثة قول هو اوفق بالاصول واقعد فی طرق الاجتهاد علیه امارة ظاهرة من دلائل الاجتهاد من وجدها اصاب ومن فقدها فقد اخطأ ولم یأثم وذلك لانه نص فی اوائل الام بان العالم اذا قال للعالم اخطأت فمعناه اخطأت المسلك الشدید الذی ینبغی للعلماء ان یسلکوه

ایک اعتراض اور کیا گیا ہے ایک مجتہد کے برصواب ہونے پر کہ اگر سب مجتہدون کو برصواب کہا جاوے تو مجتہد مخالف کا حاکم مقرر کرنا درست نہو حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رض نے زید رض کو باوجود مخالفت اجتہاد حاکم مقرر کیا تھا اس کا جواب ہم یہ کہتے ہین کہ والی کرنا اُس مخالف کا درست نہین جو باطل پر ہو اور مجتہد خطاکار باطل پر نہین ہوتا تمام ہوا کلام بیضاوی کا۔
یہ جو بیضاوی نے کہا کہ ہر واقعہ کے لیئے ایک حکم معین ہی آخر تک تو ہم کہتے ہین کہ یہ قول امر غیب پر بلا وجہ حکم لگانا ہے اور یہ جو اپنے قول کی تائید مین امام شافعی کا قول نقل کیا ہے کہ ہر واقعہ مین ایک حکم معین ہوتا ہے الخ تو ہم کہتے ہین کہ معنے قول شافعی کے یہ ہین کہ ہر واقعہ مین ایک قول ایسا ہوتا کہ اصول سے موافق تر اور اجتہاد کے طریقون مین سے چسپان تر ہوتا ہے جس پر ظاہری علامت اجتہاد کے دلائل سے ہوتی ہے جو کوئی اُس علامت کو پالیتا ہے وہ صواب پر ہوتا ہے اور جسکو وہ نہین ملتی وہ چوکتا ہی اور یہ معنی ہم نے اسلیئے بیان کیئے کہ خود امام شافعی نے کتاب ام کے شروع مین تصریح کی ہے کہ جب ایک عالم دوسرے کو کہے کہ تو نے خطا کی تو اُسکے یہ معنی ہین کہ تو اُس راہ راست کو چوک گیا جس کا چلنا عالمون کی شان کے مناسب ہی۔

وبسط ذلك ومثّله بامثالٍ كثيرةٍ
او معناه اذا كان فى المسئلةِ
خبر الواحد فقد اصاب من وّجده
وّاخطأ من فقده وهذا ايضاً
مّبسُوط فى الامّ قوله لان الاجتهاد
مسبوقٌ الى آخره قلنا تعبدنا الله
تعالى بان نعمل ما يُؤدّى اليه اجتهادُنا
فنطلبُ الّذِى نعلمه اجمالا لنُحِيطَ
به تفصيلا قوله لاجتمع النقيضان
قلنا هو كخصال الكفارة كلٌّ
واحد منها واجب وّليس بواجبٍ قوله
من اصَاب فله اجران قلنا
هذا عليكم لا لكُم
لاَن الخطأَ الذى يوجب
الاَجرَ لا يكُون معصية
فلا بد ان يكُونا حُكمين
لِلّٰهِ تعالى
احدهما افضل مِن
الاخر كالعزيمةِ
والرُّخصة او هذا فى
القضاء ولابد ان المتحقق
فى الخارج اما قول
المُدّعى اوِ المنكرِ

اور اس مضمون کو خوب تفصیل سے بیان کیا ہی اور انکی
بہت مثالین دی ہین۔ یا معنی قول شافعی کے یہ ہین کہ جب
واقعہ مین خبر واحد ہوتی ہی تو جس مجتہد کو وہ ملجاتی ہی تو
صواب کو پہونچتا ہی اور جسکو نہین ملتی وہ چوک جاتا ہی
یہ مضمون بھی کتاب اُم مین مشروح موجود ہے۔ او
جو بیضاوی نے دلیل عقلی نفی گناہ کی بیان کی کہ دلائل
سے پہلے ہوتی ہین آخر تک ہم دلیل عقلی سہل تر کہتے ہین
اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیئے عبادت یہ مقرر فرمائی ہی کہ ہم
عمل پر کاربند ہون جسپر ہمارا اجتہاد پہونچا دے تو ہم جس با
کو مجملا جانتے ہین اُسکی جستجو کرتے ہین اس غرض سے
اُسکا علم مفصل حاصل کرین۔ اور یہ جو کہا کہ دونون اج
برصواب ہونیسے دو نقیضین جمع ہوجائین گی اسکے جواب
ہم کہتے ہین کہ جمع نہون گی بلکہ یہ صورت کفارہ کی جو
کی طرح ہی کہ ہر ایک اُنمین سے واجب بھی ہے اور واجب نہیں
۔ اور دلیل نقلی جو حدیث بیان کی کہ جو مجتہد صواب پر ہو
اُس کو دو ثواب ہین اور ہر خطا والے کو ایک تو ہم کہ
ہین کہ یہ دلیل تمہارے مطلب کی مضر ہے ہمکو مفید نہیں
کیونکہ ایسی خطا جو موجب ثواب ہو معصیت نہو گ
غرضکہ ضرور ہوا کہ دونون اجتہادون کے حکم خدا تعا
کیلیئے ہون کہ ایک اُنمین سے بہ نسبت دوسرے کی افضل
جیسے عزیمت افضل ہوتی ہی رخصت سے یا یہ کہو کہ ایک حکم
برصواب اور دوسرا مخالف جیسے قاضی کے حکم کرنیکے لحاظ
ہو اور خارج مین ضرور ہی کہ ثابت مدعی کا قول ہو گا یا م

قوله امر بالحكم بما ظنّه
الخ قلنا اعتراف بمقصودنا
قوله والمخطئ ليس بمبطل
قلنا لم يكن مخالفا
للعقلا لان كل مخالفٍ للحقّ
مبطِل وماذا بعد الحق الا الضلال
والحق ان ما نسب الى الائمة
الاربعة قول مخرّجٌ مِن
بعض تصريحاتهِم وليس نصًّا
منهم وانه لاخلاف للامّةِ
فى تصويب المجتهدين
فيما خيّر فيه نصًّا او اجماعا
كالقرأاتِ السبع وصِيغِ
الادعية والوتر بسبعٍ
وتسعٍ واحدى عشرةً
فكذلك لا ينبغى ان يخالفوا فيما
خُيّر فيه دلالة ٭
والحق انّ الاختلاف اربعة
اقسام احدها ما تعيّن فيه
الحقُّ قطعا ويجب ان ينقض خلافهٗ
لانه باطلٌ يقينا وثانيها ما تعيّن
فيه الحق بغالب الرّاي وخلافه
باطل ظنّا وّثالثهما ما

اور یہ جو کہا کہ مجتہد نے حکم دیا اُس بات کا جس کو
صواب گمان کیا آخر تک ہم کہتے ہین کہ یہ ہمارے
مقصود کا اقرار ہے (ہم بھی اسیلوجہ سے اُسکو مخالف
حق نہین کہتے) اور یہ جو کہا کہ خطاکار باطل والا نہین
ہوتا ہم کہتے ہین کہ جب وہ باطل پر نہوا تو مخالف حق نہٹھرا
اسلیئے ہر ایک مخالف حق باطل پر ہوتا ہی اور حق کے بعد
سو گمراہی کے اور کیا ہے۔ اور حق یہ ہی کہ جو قول ائمہ چار گانہ
کی طرف منسوب ہی یعنی ایک مجتہد کا برصواب ہےنا یہ قول
اُن کی بعض تصریحات سے نکالا ہوا ہی اُن سے کوئی بیان
منصوص اس باب مین نہین اور یہ بھی حق ہی کہ ساری امت
کو دونون مجتہدون کے برصواب کہنے مین کچھ خلاف نہین
جس مسئلہ مین کہ نص یا اجماع کی رو سے مکلف کو اختیار
دیا گیا ہو مثلا ساتون قراتین قرآن کی اور الفاظ
دعاؤن کے اور نماز وتر پڑھنا سات اور نو اور
گیارہ رکعتون سے کہ سب صواب پر ہین تو اسی طرح
مناسب نہین کہ علماء امت اُس مسئلہ مین خلاف
کرین جس مین اختیار دلالت کی رو سے دیا گیا ہو۔
اور حق یہ ہے کہ اختلاف کی چار قسمین ہین
ایک وہ جسمین حق یقینی ایک ہی ہو اس صورتمین
اُس کے خلاف کو توڑنا واجب ہی کیونکہ وہ یقیناً
باطل ہے۔ دوم وہ جس مین حق ظن غالب کی
رو سے متعین ہو اس صورت مین اُسکا خلاف ظن
غالب کی رو سے باطل ہوگا۔ قسم سوم وہ ہے

كان كلا طرفى الخلاف مخيرًا
فيه بالقطع ورابعها ما كان كلا
طرفى الخلاف مخيرا فيه بغالب الرأى
وتفصيل ذلك انه ان كانت
المسئلة مما ينقض فيها قضاء القاضى
بان يكون فيها نص صحيح معروف
من النبى صلى الله عليه واله وسلم
فكل اجتهاد خلافه فهو باطل نعم
ربما يعذر بجهل نصه صلى الله عليه
واله وسلم الى ان يبلغ وتقوم الحجة
وان كان اجتهاد فى معرفة
واقعة قد وقعت ثم اشتبه الحال
مثل موت زيد وحياته فلا جرم
ان الحق واحد نعم ربما يعذر المخطئ
باجتهاده وان كان الاجتهاد فى امر
فوض الى تحرى المجتهد وكان
الماخذان متقاربين وليس واحد
منهما بعيدا من الاذهان جدا بحيث
يرى ان صاحبه مقصر قد خرج من عرف
الناس وعاداتهم فالمجتهدان مصيبان مثل
رجلين قيل لكل واحد منهما اعط كل فقير وجدته
درهما من مالى قال كيف اعرف انه فقير قيل اذا
اجتهدت فى تتبع قرائن الفقر ثم ادى اليك انه فقير

کہ خلاف کی دونوں طرفوں مین مکلف کو یقینا اختیار دیا
گیا ہو۔ چہارم وہ ہی کہ خلاف کی دونوں طرفونین مکلف
کو ظن غالب کی رو سے اختیار دیا گیا ہو۔ اور مفصل بیان
ان چارون قسمون کا یہ ہی کہ اگر مسئلہ خلافی ایسا ہو جسمین
حکم حاکم شرع ٹوٹتا ہو اسطرح کہ اس مسئلہ مین حدیث
صحیح معروف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو جو اجتہاد
خلاف اُس حدیث کے ہوگا وہ باطل ہی ہان بعض اوقات
مجتہد کو معذور جانا جائیگا بوجہ نجاننے حدیث منصوص
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان تک کہ وہ حدیث
پونہچے اور حجت قائم ہو۔ اور اگر اجتہاد ایک ایسے واقعہ
کے معلوم کرنے مین ہو جو ہو چکا ہے پھر اسمین شک پڑگیا
مثلا زید کے مرنے اور جینے مین تو ضرور ہی کہ حق اس
صورت مین ایک ہی ہوگا مگر خطاکار کو اُس کے اجتہاد
مین معذور مانا جائیگا۔ اور اگر اجتہاد ایسے معاملہ مین ہو
کہ مجتہد کی اٹکل پر اس کو رکھا ہو اور دونون مجتہدون
کے حکم کے ماخذ قریب یکدگر ہون کوئی انمین سے نہایت
دور ذہنون سے نہو کہ اُس ماخذ والے کو قصوروار سمجھین
کہ لوگون کی عرف اور عادت سے باہر ہوگیا ہو تو اس صورتمین
دونون مجتہد بر صواب ہونگے مثلا دو شخصون مین سے ہر ایک
سے کسی نے یہ کہا کہ جو فقیر تو پاوے اسکو میرے مال مین سے
ایک درم دیدینا مامور نے کہا کہ مین کیسے جانونگا کہ وہ فقیر
ہی اس سے یہ کہدیا گیا کہ جب تو فقیری کے قرینونکی تلاش
مین اجتہاد و کوشش کرے پھر تجکو یقین ہو جاوے کہ وہ فقیر ہی

فاعطه فاختلفا فى رجل قال احدهما
هو فقير وقال الاخر لا والماخذان
متقاربان بيسوغ الاخذ بهما
فهما مصيبان لانه ما دار الحكم
الاعلى من يقع فى تحريه انه فقير
وقد وقع فى تحريه ذلك من غير
تقصير ظاهر بخلاف ما اذا اعطى
تاجرا كبيرا له خدم وحشم
فان القائل بفقره يعد مقصرا و
لا يسوغ الاخذ بالشبهة التى ذهب
اليها فههنا مقامان احدهما انه فقير
فى الحقيقة ام لا ولا شبهة ان الحق
فيه واحد وان النقيضين لا يجتمعان
والثانى ان من اعطى غير الفقير
على ظن فقره هل هو مطيع ام لا
ولا شبهة انه مطيع نعم
من وافق ظنه الحقيقة
قد نال حظا وافرا وان
كان الاجتهاد
فى اختيار ما خير
فيه كاحرف
القرآن وصيغ الادعية
وكذا امثا

تو اس کو دیدینا اب دونون شخصون کو ایک مرد کے
باب مین اختلاف پڑا کہ ایک نے کہا وہ فقیر ہی اور
دوسرے نے کہا کہ فقیر نہین اور دونون کے قول کے
ماخذ ذہن سے قریب ہین کہ ہر ایک پر عمل کرنا گنجایش
رکھتا ہی تو اس صورت مین دونون صواب پر ہون گے
اسلیئے کہ آمر نے حکم دینے کا اُسی شخص کو کیا تھا کہ مامور کی
اٹکل مین آوے کہ وہ فقیر ہے اور اسکی اٹکل مین یہی
آیا بدون کسی ظاہری قصور کے بخلاف اُس صورت
کے کہ کسی بڑے سوداگر نوکر چاکر رکھنے والے کو دیکر
کہے کہ فقیر کو دیا کیونکہ ایسے سوداگر کو فقیر کہنے والا تقصیروار
کہا جائیگا اور جس شبہ کیطرف وہ مائل ہوا ہی اُسپر عمل کرنا درست
نہین غرضکہ یہان ان دونون کا اختلاف دو طرح پر متصور
ہی اول یہ کہ واقع مین وہ شخص فقیر ہی یا نہین اس طرح
کے اختلاف مین تو بے شبہہ ایک ہی حق ہوگا اور دو
نقیضین جمع نہون گی اور دوم یہ کہ جس شخص نے
غیر فقیر کو فقیر سمجھکر دیا آیا اس نے آمر کے حکم کی اطاعت
کی یا نہین اور اُس مین شک نہین کہ وہ مطیع ہی
ہان دونون امورون مین سے جس کا گمان موافق
واقع کے ہوگا اسکو بہت بہرہ ثواب کا ملیگا۔
اور اگر اختلاف اجتہاد ایسی بات کے اختیار کرنے مین
ہو جس مین شرعا اختیار دیا گیا ہو کہ جونسی چاہین
اختیار کرین مثلا قرآن مجید کے الفاظ سا تون قراءتون
کے اور دعاؤن کے کلمات اور ایسے ہی وہ امور کہ

فعله النبي صلى الله عليه وآله وسلم على
وجوه تسهيلا على الناس مع كونها
كلها حاوية لاصل المصلحة
فالمجتهدان مصيبان فهذا
كله بين لا ينبغي لاحد ان يتوقف فيه
ومواضع الاختلاف بين الفقهاء
معظمها امور احدها ان تكون
واحد قد بلغه الحديث والاخر
لم يبلغه والمصيب ههنا متعين
والثاني ان يكون عند كل
واحد احاديث واثار متخالفة وقد
اجتهد في تطبيق بعضها ببعض او
ترجيح بعضها على بعض فادى اجتهاده
الى حكم فجاء اختلاف من هذا القبيل
والثالث ان يختلفوا في تفسير الالفاظ المستعملة
وحدودها الجامعة المانعة او معرفة
اركان الشيء وشروطه من قبيل الذكر والحد وتخريج
المناط او صدق ما وصف وصفا عاما على هذه
الصورة الخاصة او انطباق الكلية على جزئياتها
ونحو ذلك فادى اجتهاد كل واحد الى مذهب
والرابع ان يختلفوا في المسائل الاصولية تيفرع
عليه الاختلاف في الفروع والمجتهدان في هذه
الاقسام مصيبان اذا كان ماخذاهما

پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگون پر سہل کرنے کے
لیے کئی طرح پر کیئے ہین باوجود یکہ ہر ایک اُنمین سے
اصل مصلحت کو حاوی ہے تو ایسے اختلاف مین دو
مجتہد صواب پر ہین اور یہ سب تقریر صاف ظاہر
کسی کو مناسب نہین کہ اس مین تامل کرے۔
اور فقہا مین اختلاف کے بڑے بڑے مقام کئی امر
اول یہ کہ ایک مجتہد کو حدیث پہونچی اور دوسرے کو نہ پہونچی
تو ایسی صورت مین صواب پر ہونیوالا متعین ہے یعنے جسکو
حدیث ملی ہے وہی صواب پر ہی۔ دوسرے یہ کہ ہر ایک مجتہد
کے پاس حدیثین اور آثار مختلف ہین اُسنے بعض کو بعض
سے مطابق کرنے یا ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے مین اجتہاد
کیا اور اُسکے اجتہاد نے ایک حکم خاص لگانیکی نوبت
پونہچائی تو ہر مجتہد کے حکم کا اختلاف اس قسم کا پیدا ہو
اور تیسرے یہ کہ اختلاف الفاظ مستعملہ کی تفسیر مین ہو
اُنکے حد جامع افراد اور مانع دخول غیر مین یا چیز کے ارکان
اور شرطون کی شناخت مین مثلاً ذکر کرنے اور حد
کرنے اور مناط نکالنے یا جو چیز کہ وصف عام سے موصوف
ہو اُس کے صادق آنے مین اس صورت خاص پر یا کلیہ کے
منطبق ہونے مین اپنی جزئیات پر یا کسی اور ایسی ہی بات مین
اختلاف ہوا اور ہر مجتہد کا اجتہاد اس طرحسے کوئی مذہب
نکالے۔ اور چوتھی یہ صورت ہو کہ مسائل اصولی مین اختلاف
کرین اور اُس سے فروع مین اختلاف نکلے تو ان سب قسمون مین
دونون مجتہد صواب پر ہوتے ہین بشرطیکہ دونون کے ماخذ

متقاربين بالمعنى الذي ذكرنا
والعوان المسائل المذكورة في كتب
اصول الفقه على قسمين قسم
هو من باب تتبع لغة العرب
كالخاص والعام والنص والظاهر
ومثله كمثل قول النحوي هذا الاسم
نكرة وذلك معرفة وهذا
علم وذلك اسم جنس والفاعل
مرفوع والمفعول منصوب وليس
في هذا القسم كثير اختلاف وقسم
هو من باب تقريب الذهن الى
ما يفعله العاقل بسليقته تفصيله
انك اذا القيت الى عاقل كتابا عتيقا
قد تغير بعض حروفه وامرته بقراءته
فانه لا بد اذا اشتبه عليه شيء يتتبع
القرائن ويتحرى الصواب وربما
يختلف عاقلان في مثل ذلك
واذا عرض للعاقل طريقان
كيف يتتبع الدلائل ويتفحص
عن المصالح ويختار
الارجح والاقل شرا فكذلك
الاوائل لما ورد عليهم
احاديث مختلفة

قریب قریب ہون ان معنون کے اعتبار سے کہ ہم نے
ذکر کئے ہین یعنی ذہن مین بآسانی آسکین بعید از عقل نہو
اور حق یہ ہو کہ جو مسائل اصول فقہ کی کتابونمین
مذکور ہین دو قسم کے ہین ایک قسم تو وہ ہین کہ الفاظ
عربی کی کیفیات کی جنس سے ہین جیسے خاص
اور عام اور نص اور ظاہر اور مثل اُس کی جیسے
نحو دان کا کہنا کہ یہ اسم نکرہ ہو اور وہ معرفہ ہے
اور یہ چیز کا نام ہے اور وہ اسم جنس ہے اور فاعل
عبارت مین مرفوع ہوتا ہو اور مفعول منصوب ہوتا ہی
اور اس قسم کے مسائل مین بہت اختلاف نہین ہوتا
اور ایک قسم اُس جنس کے مسائل ہین کہ ذہن کو
ایسے کام کے قریب کرین کہ عاقل اُس کو اپنے سلیقہ
سے کرے اُسکی تفصیل یہ ہو کہ تم اگر کسی عاقل کے سامنے
کوئی پرانی کتاب رکھو جسکے بعض حروف بگڑ گئے ہون
اور اُسکو اُس کتاب کے پڑھنے کو کہو تو ضرور ہو کہ جب
اُس عاقل پر کوئی لفظ مشتبہ ہوگا تو وہ قرینون کی
دیکھ بھال کرکے لفظ درست پڑھنا چاہیگا اور بعض
اوقات اس جیسی بات مین دو عاقل مختلف ہونگے
اور جب عاقل کے سامنے دو راہ نمودار ہوتے ہین تو
وہ کیسے دلائل کی دیکھ بھال کرکے مصلحتون کی
تلاش کرتا ہے اور انجام کو وہ راہ اختیار کرتا ہے
جو راجح تر اور بدی مین کم ہو تو اُسی طرح پہلے
علما پر جب حدیثین مختلف کسی باب مین وارد ہوئین

اجالوا قداح نظرهم فی ذلك فافضی
اجتهادهم الی الحکم علی بعضها
بالنسخ وتطبیق بعضها ببعض وترجیح
بعضها علی بعض وکذلك لما ورد
علیهم مسائل لم یکن السلف تکلموا
فیها اخذوا النظیر بالنظیر واستنبطوا
العلل وبالجملة فکانت لهم
صنائع اهتدوا الیها بسلیقتهم
المخلوقة فیهم کما یهتدی العاقل
فی امر یعرض له فاراد قوم ان یدونوا
صنائعهم التی ذکروها مفصلة
فی کتبهم او اشاروا الیها فی ضمن کلامهم
او خرجت من مسائلهم وان لم یذکروها
وتلقت عقول الخلف اکثر
صنائعهم بالقبول لما جبلوا علیه من
السلیقة فی مثل ذلك ثم صارت
امورا مسلمة
فیما
بینهم

وعلی قیاس ذلك لما افرغوا جهدهم فی روایة
الحدیث ومعرفة الصحیح من السقیم و
المستفیض من الغریب ومعرفة
احوال الرواة جرحا وتعدیلا

تو اُنہون نے اُن مین بہت غور سے نظر کی اور اُن کے
اجتہاد نے بعض احادیث پر نوبت منسوخ ہونیکا حکم
لگانے کی پہونچائی اور بعض کو بعض سے مطابق کرنے
اور کسی کو دوسری پر ترجیح دینے کی۔ اور اسی طرح
جب اُن کے سامنے ایسے مسائل آئے کہ سلف نے
اُنمین کچھہ نہ کہا تھا تو اُنھون نے اُن کی نظیر کا حکم اُنپر
لگایا اور دونون نظیرون مین علتین حکم کی نکالین
اور حاصل یہ کہ اُنکے پاس ایسی تدبیرین تھین جن کی
طرف انھون نے اپنے سرشتی سلیقہ سے توجہ کی
جیسے عاقل آدمی کسی معاملہ مین جوائس کو پیش آتا ہی
توجہ کرکے تدبیر نکالتا ہے۔ پھر کچھ لوگون نے ارادہ کیا
کہ اُن کی اُن تدابیر کو خوب واضح بیان کرین جنکا
ذکر اُنھون نے اپنی کتابون مین تفصیل وار کیا
ہے یا اپنے کلام کے اثنا مین اُن کی طرف اشارہ
کیا ہے یا اُن کے مسائل سے نکالی گیئی ہین اگرچہ اُنھون
نے اُن کو بیان نہین کیا۔ اور خلف کی عقلون نے
اُنکی اکثر تدبیرون کو مان لیا اسلیئے کہ اس جیسی بات
مین اُن کی سرشت اسی سلیقہ پر تھی پھر یہ تدابیر
سب فقہا مین تسلیم کیئے ہوئے امر ٹھر گئے
اور اسی قیاس پر جب علماء سلف نے اپنی کوشش
کامل کی حدیث کے روایات کرنے اور صحیح کو معلول
سے اور مشہور کو غریب سے پہچاننے مین اور راویون کے
حالات سچے ہونے اور مطعون ہونے کے معلوم کرنے مین

وکتابة کتب الحدیث وتصحیحها جروا فی
تلك المیادین بسلیقتهم المخلوقة فی
عقولهم ثم جاء اقوام آخرون و
جعلوا صنائعهم تلك کلیات
مدونة
وههنا فائدة جلیلة هی ان من شروط
العمل بمثل هذه المقدمات الکلیة ان لا
یکون الصورة الجزئیة التی یقع فیها
الکلام مما سبق عن العقلاء فیها ضد
حکم الکلیات لانه کثیرا ما یکون هناك
قرائن خاصة تفید غیر حکم الکلیات
واصل الجدل هو اتباع الکلیات واثبات
حکم قد قضی العقل الصراح بخلافه لخصوص
المقام کما اذا رایت حجرا وایقنت انه
حجر فجاء الجدلی فقال الشیء انما یعرف
باللون والشکل ونحوهما وهذه الصورة
قد تتشابه الاشیاء فیها فنقض ذلك
الیقین بامر کلی ولا یعلم
المسکین ان الیقین
الحاصل فی هذه الصورة
الخاصة اکبر من اتباع الکلیات
فایاك ان یغرك اقوالهم
عن صریح السنة

اور حدیث کی کتابون کے لکھنے اور اُن کے صحیح کرنے مین
تو اُنہون نے ان میدانون مین اپنے اس سلیقہ سے
قدم رکھا جو اُن کی عقلون مین پیدا کیا گیا تھا۔
پھر اور بہت سے لوگ آئے اور اُن کی اُن تدبیرون کو
قواعد کلیہ ٹھراکر قلم بند کیا۔
اور یہان ایک بڑے کام کی بات ہے وہ یہ ہے کہ ایک
شرط ان جیسے کلی مقدمات پر عمل کرنے کی
یہ ہی کہ وہ صورت خاص جس مین گفتگو واقع ہو اُن
صورتون سے ہو جن مین عقلاء سلف حکم مخالف
ان کلیات کے دیچکے ہون کیونکہ اکثر صورت
متنازعہ مین بعض خاص قرینے ایسے ہوتے ہین کہ
جنسے حکم کلیات کے مخالف نکلتا ہے اور جھگڑے
کی بنا یہی ہے کہ کلیات کے درپے ہو کر ایسا حکم
ثابت کرنا کہ عقل خالص مقام کی خصوصیت کی
وجہ سے اُس کے خلاف حکم دیچکی ہو مثلاً تم کوئی
پتھر دیکھو اور یقین کرلو کہ یہ پتھر ہے پھر کوئی جھگڑالو
آوے اور تقریر کرے کہ چیز کو رنگ اور ڈھنگ وغیرہ
سے پہچانتے ہین اور اس ظاہری صورت مین تو
بہت سی چیزین ایک دوسری سے مشابہ ہین غرضکہ
تمہارے یقین کو ایک امر کلی سے بزعم خود توڑتا ہی
اور بیچارہ یہ نہین جانتا کہ جو یقین اس صورت خاص
مین ہو چکا ہی وہ کلیات کے درپے ہونیسے بڑھکر ہی تو تم خبردار
رہنا کہین اُن کے اقوال صریح حدیث سے تمکو دھوکا نہ دین

والاختلاف فی هذا القسم راجع الی
التحری وسکون القلب وبالجملة الاختلاف
فی اکثر اصول الفقه راجع الی التحری
واطمینان القلب بمشاهدة القرائن
وقد اشار النبی صلی الله علیه وآله
وسلم الی ان التکلیف راجع
الی ما یؤدی الیه التحری
فی مواضع من کلامه منها
قوله صلی الله علیه وسلم فطرکم یوم
تفطرون واضحاکم یوم تضحون
قال الخطابی معنی الحدیث ان الخطأ
موضوع عن الناس فیما کان
سبیله الاجتهاد فلو ان قوما اجتهدوا
فلم یروا الهلال الا بعد ثلثین فلم یفطروا
حتی استوفوا العدد ثم ثبت
عنهم ان الشهر کان تسعا
وعشرین فان صومهم وفطرهم
ماض ولا شیء علیهم من وزر او
عتب وکذلك فی الحج اذا اخطؤا یوم
عرفة فانه لیس علیهم اعادته ویجزئهم
افعالهم ذلك وانما هذا تخفیف من الله سبحانه
ورفق بعباده ومنها قوله الحاکم اذا اجتهد فاصاب
فله اجران واذا اجتهد فاخطأ فله اجر

اور اس قسم مین اختلاف کرنیکا مآل اٹکل اور دل کی تسلی پر
ہی اور حاصل یہ ہی کہ اکثر اصول فقہ مین اختلاف کا انجام
قرائن کے دیکھنے سے اٹکل اور دل کے اطمینان پر ہوتا ہے
اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے چند جگہون مین اپنے کلام
مبارک سے اشارہ فرمایا ہی کہ حکم شرع اسی طرف
ڈھلتا ہی جدھر آدمی کی اٹکل پہنچا دے اُن جگہون مین
سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ تمہارے افطار کا دن وہ ہے جس دن افطار کرتے ہو
اور تمہاری قربانی اسی روز ہے کہ تم قربانی کرتے ہو خطابی
نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہین کہ لوگون کا خطا کرنا
ایسے مسائل مین جنکا مدار کوشش اور محنت پر ہی معاف
ہی مثلاً اگر ایک قوم نے عید فطر کے چاند دیکھنے مین محنت
کی اور تیس دن کے بعد ہی دیکھا یعنی افطار نہ کیا یہانتک
کہ تیس روزہ پورے رکھے پھر اُن کو ثابت ہوا کہ ماہ رمضان
اُنتیس دن کا تھا تو اُنکا روزہ اور افطار درست ہوا
اور اُن پر کچھ گناہ یا عتاب نہین اور اسی طرح حج مین
اگر عرفہ کا روزہ چوک جائین تو اُن پر دوبارہ حج کرنا لازم
نہین اور وہی افعال حج جو کر چکے کافی ہونگے اور یہ
بات صرف خدائے پاک کی طرف سے تخفیف اور نرمی
ہی اُس کے بندون پر اور اُن مواضع مین سے ایک یہ
ارشاد ہی کہ حاکم جب اجتہاد کرے اور صواب کو پہونچے
تو اُس کو دو ثواب ہین اور جب اجتہاد کرے اور چوک
جائے تو اُس کو ایک ثواب ہی۔

وکل من استقرأ نصوص الشارع
وفتاواه یحصل عنده قاعدة کلیة
وهی ان الشارع قد ضبط انواع البر من
الوضوء والغسل والصلوة والزکوة
والصوم والحج وغیرها مما اجمعت
الملل علیه بانحاء الضبط فشرع لها
ارکانا وشروطا وادابا ووضع لها
مکروهات ومفسدات وجوابر
واسبغ القول فی هذا حق الاسباغ
ثم لم یبحث عن تلك الارکان وغیرها
بحد وجامعة مانعة کثیر بحث وکلما
سئل عن احکام جزئیة تتعلق بتلك
الارکان والشروط وغیرها احالها علی
ما یفهمون فی نفوسهم من الالفاظ المستعملة
وارشدهم الی رد الجزئیات نحو الکلیات
ولم یزد علی ذلك اللهم الا فی مسائل
قلیلة لاسباب طارية من لجاج القوم
ونحوه فشرع غسل الاعضاء الاربعة
فی الوضوء ثم لم یحد الغسل بحد جامع
مانع یعرف به ان الدلك داخل
فی حقیقته ام لا وان
اسالة الماء
داخلة فیها ام لا

اور جو کوئی شارع علیہ السلام کے حکمون اور فتوونکو
خوب جستجو کرے تو اُس کو ایک قاعدہ کلیہ مل جاوے
اور وہ یہ ہی کہ شارع علیہ السلام نے نیکی کے سب اقسام
یعنی وضو اور غسل اور نماز اور زکوۃ اور روزہ اور حج
وغیرہ کو جن پر اسلامی ملتون کا اتفاق ہر طرح طرح
سے ضبط فرمایا مثلاً اُن کے ارکان اور شرطین اور قواعد
مقرر کیے اور اُن کے لیے مکروہات اور مفسدات
اور نقصان کے پورا کرنے والی چیزین ٹھرائین اور
اس باب مین ارشاد کو کامل فرمایا جیسا کمال کہ چاہیے تھا
پھر بھی اُن ارکان وغیرہ کی تعریفون جامع اور
مانع سے بہت بحث نہین کی — اور جب کبھی
آپ سے حال احکام جزئی کا جو متعلق اُن ارکان و
شروط وغیرہ سے ہوتے پوچھا جاتا تو آپ اُن احکام
کو اُن الفاظ مستعملہ پر حوالہ کر لیتے جن کو وہ لوگ
اپنے جی مین سمجھتے تھے اور اُن کو جزئی باتونکو
کلیات پر منطبق کرنا بتا دیتے اور اُس پر کبھی زیادہ
نہ کرتے مگر ہان تھوڑے مسئلون مین اس بات
عارضی یعنے قوم کے اصرار وغیرہ کی وجہ سے کچھ زائد
بھی فرمایا ہی۔ مثلاً وضو مین آپ نے دہونا چار
اعضا کا مشروع تو فرمایا مگر دہونے کی تعریف
جامع اور مانع ایسی نہین فرمائی جس سے معلوم ہو
کہ ملنا اعضا کا دہونے کی ماہیت مین داخل ہی یا
نہین اور پانی کا بہانا اُسکی حقیقت مین ہے یا نہین

ولم يقسم الماء الى مطلق ومقيد ولم يبين احكام البير والغدير ونحوهما وهذه المسائل كلها كثيرة الوقوع لا يتصور عدم وقوعها في زمانه صلى الله عليه وآله وسلم ولما سأله السائل في قصة بير بضاعة وحديث القلتين لم يزد على الرد الى ما يفهمونه من اللفظ ويعتادونه فيما بينهم ولهذا المعنى قال سفيان الثوري ما وجدنا في امر الماء الا سعة ولما سألته امرأة عن الثوب يصيبه دم الحيضة لم يزد على ان قال حتيه ثم اقرصيه ثم انضحيه ثم صلي فيه فلم يأت باكثر مما عندهم وامر باستقبال القبلة ولم يعلمنا طرق معرفة القبلة وقد كانت الصحابة يسافرون ويجتهدون في امر القبلة وكانت لهم حاجة شديدة الى معرفة طريق الاجتهاد فهذا كله لتفويضه مثل ذلك الى رأيهم وهكذا اكثر فتاواه صلى الله عليه وآله وسلم كما لا يخفى على منصف لبيب وقد فهمنا من تتبع احكامه انه راعى في ترك التعمق

اور نہ پانی کی تقسیم فرمائی کہ مطلق ہو یا مقید اور نہ کنوئین اور تالاب اور ان جیسے اور پانیون کے احکام بیان فرمائے حالانکہ یہ مسائل اکثر واقع ہوتے ہین اور خیال مین نہین آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین یہ مسائل واقع نہوئے ہون۔ اور جب سائل نے آپسے قصہ بیر بضاعہ اور قلتین مین پانی کا حال پوچھا تو آپ نے زیادہ نفرمایا انہین لفظون سے جواب دیا جنکو وہ لوگ سمجھتے تھے اور آپس مین کہتے سنتے تھے اور اسی وجہ سے سفیان ثوری نے کہا ہو کہ ہم نے پانی کے معاملہ مین وسعت ہی پائی۔ اور جب ایک عورت نے آپسے حال اس کپڑے کا پوچھا جسپر حیض کا خون لگجائے تو آپنے اتنا ہی فرمایا کہ اول کھرچ دے پھر کپڑے کو مل ڈال پھر دھولے پھر اس سے نماز پڑھ لے غرض جسقدر ان لوگون کو معلوم تھا اس سے زیادہ کچھ نفرمایا اور آپ نے قبلہ کیطرف موتھ کرنیکا نماز مین حکم فرمایا اور ہمکو قبلہ کے پہچاننے کا طور نہ سکھایا حالانکہ صحابہ سفر کرتے رہتے تھے اور قبلہ کے معاملہ مین دقت اٹھاتے تھے اور اس دشواری کے طریق معلوم کرنیکی انکو سخت حاجت تھی تو ان سب امور کی وجہ یہ تھی کہ آپنے ایسی باتین انہین لوگون کی رائے پر حوالہ کر رکھی تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر فتو نکا حال ایسا ہی ہے جیسا کہ منصف عاقل پر پوشیدہ نہین۔ اور ہمنے آپکے احکام کی تلاش سے یہ سمجھا ہے کہ آپ نے تہ کی باتین چھوڑنے

وعدم الاكثار من وجوه الضبط مصلحة عظيمة وهي ان هذه المسائل ترجع الى حقائق تستعمل في العرف على اجمالها ولا يعرف حدها الجامع المانع الا بعسر وربما يحتاج عند اقامة الحد الى التمييز بين المشكلين باحكام وضوابط يحرجون باقامتها ثم ان ضبطت وفسرت لا يمكن تفسيرها الا بحقائق مثلها وهلم جرا فيتسلسل الامر او يقف في بعض ما هنالك الى التفويض على رأي المبتلى به والحقائق الاخرى ليست باحق من الاولى في التفويض الى المبتلين فلاجل هذه المصلحة فوض الحقائق اول مرة الى رأيهم ولم يشدد فيما يختلفون حين كان الاختلاف في امر فوض اليهم ولهذا في ذلك مساغ فلم يعنف على عمرو بن العاص فيما فهم من قوله تعالى ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة من جواز التيمم للجنب اذا خاف على نفسه من البرد

اور اقسام ضبط کو زیادہ بیان نہ کرنے مین ایک بڑی مصلحت ملحوظ فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان مسائل کا مآل ایسی حقیقتین ہین جو عرف مین مجمل مستعمل ہین اور ان کی تعریف جامع ومانع بدون دشواری کے معلوم نہین ہوتی اور بعض اوقات تعریف بیان کرتے وقت دو مشکل حقیقتون مین جدائی کرنے کے لئے ضرورت ایسے احکام وقواعد کی ہوتی ہے کہ ان کے بیان کرنے مین لوگ تنگ ہوتے ہین پھر اگر ان حقائق کو ضبط اور تفسیر بھی کیا جائے تو ان کی تفسیر ہو نہین سکتی مگر انہین جیسے مجمل حقیقتون سے اور اسی طرح لیے جاؤ تو معاملہ تفسیر حقائق کا مسلسل ہو جائیگا کہین نہین ٹھریگا یا بعض صورتون مین مامور کی رائے پر حوالہ کر دینے سے ٹھریگا حالانکہ یہ صورتین مامورین کی رائے پر سپرد کردینے کے باب مین بہ نسبت پہلی صورتون کے زیادہ شایان نہین ہین تو اسی مصلحت کیوجہ سے آپنے حقائق کو اول ہی سے مامورون کی رائے پر حوالہ کر دیا اور خلافی مسائل مین کبھی پر تشدد نہین کیا درصورتیکہ اختلاف اس مسئلہ مین ہوا جو ان کی رائے پر مفوض تھا اور نیز اس مین اختلاف کی گنجائش بھی تھی مثلاً آپنے عمرو بن عاص پر سرزنش نفرمائی ان کے سمجھنے پر اس آیت سے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ یہ مضمون کہ تیمم کرنا ناپاک کو درست ہے جبکہ سردی کے مارے جانکا خوف ہو

ولم يعنف على عمر بن الخطاب فيما فهم
من تاويل اولامستم النساء انه فى
لمس المرأة لا الجنابة فبقيت مسئلة
الجنب غير مذكورة فينبغى ان لا يتيمم
الجنب اصلا اخرج النسائى عن
طارق ان رجلا اجنب فلم يصل
فاتى النبى صلى الله عليه وآله
واصحابه وسلم فذكر ذلك له فقال
اصبت فاجنب رجل فتيمم وصلى فاتاه
فقال نحو ما قال للآخر يعنى اصبت
انتهى ولم يعنف على احد ممن اخر
صلوة العصر اواداها فى وقتها حين
كانوا جميعا على تاويل من قوله لا تصلوا
العصر الا فى بنى قريظة وبالجملة فمن
احاط بجوانب الكلام علم انه
صلى الله عليه وآله وسلم
فوض الامر فى تلك الحقائق
المستعملة فى العرف
على اجمالها وكذا فى تطبيق
بعضها ببعض الى افهامهم ونظيره
تفويض الفقهاء كثيرا
من الاحكام الى تحري
المبتلى به وعاداته

اور نہ حضرت عمر بن خطاب کو کچھ بُرا کہا اس مضمون کے
سمجھنے پر آیہ اولامستم النساء سے کہ یہ حکم تیمم کا عورت
کے چھونے کے باب مین ہی نہ جنابت کے باب مین غرضکہ
مسئلہ تیمم ناپاک شخص کا اُن کے نزدیک بے ذکر رہ گیا تو
چاہیئے کہ جنب آدمی ہرگز تیمم نہ کرے۔ نسائی نے طارق
بن شہاب سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص جنب ہو گیا اسلیئے
نماز نہ پڑھی یعنی تیمم نہ کیا وہ بحضور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
حاضر ہوا اور یہ ماجرا آپ کی خدمت مین عرض کیا آپنے
فرمایا کہ تونے اچھا کیا پھر ایک شخص ناپاک ہوا اُس نے
تیمم کرکے نماز ادا کرلی اور حاضر آپ کی خدمت مین ہوا
آپ نے اُس کو بھی ایسا ہی فرمایا جیسا اول شخص کو فرمایا
تھا یعنے تونے اچھا کیا نسائی کا بیان تمام ہوا۔ اور نہ
کسیکو اُن لوگون مین سے بُرا کہا جنھون نے نماز عصر
مین تاخیر کی یا اُس کو وقت کے اندر اثناء راہ مین ادا کیا
کیونکہ ہر ایک فرقہ نے آپکے اس ارشاد کے کہ نماز عصر
مت پڑھنا مگر بنی قریظہ مین پہونچکر ایک معنی سمجھ لیئے
تھے غرضکہ جو کوئی آپکے کلام پاک کے پہلوؤن کو خوب
دیکھے تو وہ جان لیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن
حقائق کے باب مین جو عرف مین مجمل مستعمل ہوتی ہین اور
نیز اُنہین سے بعض حقائق کو بعض سے مطابق کرنے مین معاملہ
کو اُن لوگون کی سمجھ پر حوالہ فرمایا ہی۔ اور اس حوالہ فرمانے
کی نظیر فقہا کا حوالہ کرنا ہے اکثر احکام کو مامور مکلف
کی اٹکل اور عادت پر اور اس صورت مین

ملامة بل احد من المختلفين عنه هم
ونظيره ايضا ما اجمعت الامة من
الاجتهاد فى القبلة عند الغيم وترك
العنف على واحد فيما ادى تحريه اليه
ونظير هذه المصلحة ما ذكره
اهل المناظرة من الاصطلاح
على ترك البحث عن مقدمات
الدلائل لئلا يلزم انتشار البحث
فمن عرف هذه المسئلة كما هى
علم ان اكثر صور الاجتهاد
يكون الحق فيها دائرا فى
جانبى الاختلاف وان فى الامر
سعة وان اليبس على شئ واحد
والجزم بنفى المخالف ليس بشئ وان
استنباط حدودها ان كان
من باب تقريب الذهن الى ما يفهمه
كل احد من اهل اللسان فاعانه على العلم وان
كان بعيدا من الاذهان وتمهيدا
للمشكل بمقدمات مخترعة فعسى
ان تكون شيئا جديدا وان الصحيح ما قاله الامام
عز الدين بن عبد السلام ولقد افلح من
قام بما اجمعوا على وجوبه
واجتنب ما اجمعوا على تحريمه

کچھ سرزنش نہین اختلاف کرنیوالون مین کسی پر اُنکے
نزدیک بھی۔ اور نیز اس حوالہ کی نظیر وہ مسئلہ ہی
جس پر اُمت کا اتفاق ہی یعنے کوشش کرنا قبلہ کے
باب مین ابر کے وقت اور کسی کو بُرا نکہنا اُس سمت کے
اختیار کرنے مین جدھر اُنکی اٹکل قائم ہوئی۔
اور نظیر اس مصلحت کی وہ ہے جو اہل مناظرہ نے
اصطلاح بیان کی ہے کہ دلائل کے مقدمات پر بحث
نہ کیجائے تاکہ بحث کی پریشانی لازم نہ آوے۔
تو جو کوئی اس مسئلہ کی ماہیت جون کی تون جان
لیگا اُس کو یہ امور معلوم ہو جائینگے اول یہ کہ اجتہاد
کی اکثر صورتون مین امر حق اختلاف کے دونون جانب
کے اندر دائر رہتا ہی۔ دوم یہ کہ دین کے معاملہ مین
وسعت ہی تنگی نہین۔ سوم یہ کہ ایک چیز پر جم جانا
اور مخالف کی نفی کا یقین کرنا کچھ بات نہین۔
چہارم یہ کہ حقائق کی تعریفون کو نکال لینا اگر اس قسم
سے ہے کہ ذہن کے قریب ہو جائین سب اہل زبان
اُن کو سمجھ لین تو یہ علم پر مدد کرتا ہے اور اگر اُن کا بیان
ذہنون سے دور اور دو مشکل باتون کی امتیاز اپنے گھڑے
ہوئے مقدمون سے ہو تو یہ ایک نئی شریعت ہوگی
یعنی قابل التفات نہین۔ پنجم یہ کہ صحیح وہ قول ہی جو امام
عز الدین بن عبد السلام نے کہا ہی کہ نجات پائی ایسے شخص
نے جسنے وہ عمل کیا جسکے وجوب پر علمانے اتفاق کیا ہی
اور اُس چیز سے احتراز کیا جسکی حرمت پر اُنکا اتفاق ہی

واستباحہ ما اجمعوا علی اباحته وفعل ما اجمعوا علی استحبابه واجتنب ما اجمعوا علی کراهته ومن اخذ بما اختلفوا فیه فله حالان احدهما ان یکون المختلف فیه مما ینقض الحکم به فهذا لا سبیل الی التقلید فیه لانه خطأ محض وما حکم فیه بالنقض الا لکونه خطأ بعیدا من نفس الشرع ومأخذه ورعایة حکمه الثانیة ان یکون مما لا ینقض الحکم به فلا بأس بفعله ولا بترکه اذا قلد فیه بعض العلماء لان الناس لم یزالوا علی ذلک یسألون من اتفق من العلماء من غیر تقیید بمذهب ولا انکار علی احد من السائلین الی ان ظهرت هذه المذاهب ومتعصبوها من المقلدین فان احدهم یتبع امامه مع بعد مذهبه عن الادلة مقلدا له فیما قال فکانه نبی ارسل الیه وهذا نأی عن الحق وبعد عن الصواب لا یرضی به احد من اولی الالباب انتهی وقال من قلد اماما من الائمة ثم اراد تقلید غیره فهل له ذلک فیه خلاف

اور مباح جاننا اُس شے کو جسکی اباحت پر علما نے اتفاق کیا اور وہ کام کیا جسکے مستحب ہونے پر سبنے اجماع کیا اور کنارہ کیا اُس فعل سے جسکے مکروہ ہونے پر علما متفق ہین اور جس نے ایسی چیز کو اختیار کیا جس مین علما اختلاف رکھتے ہین تو اُسکی دو حال ہین ایک یہ کہ مختلف فیہ اُن مین سے ہو جنسے حکم حاکم شرع ٹوٹتا ہو تو اس قسم کے مختلف فیہ مین تقلید کی کوئی صورت نہین کیونکہ وہ نری خطا ہی اور حکم شرع اسمین اسی لیے ٹوٹا کہ وہ ایسی خطا ہی کہ نفس شریعت اور اُسکے ماخذ اور اُسکے حکم کی رعایت سے بعید ہی۔ دوسرا حال یہ ہی کہ مختلف فیہ ایسی چیز نہین ہی جس سے حکم شرع ٹوٹتا ہو تو ایسے مختلف فیہ کے کرنیکا کچھ مضائقہ نہین نہ اُس کے ترک مین کھٹکا بشرطیکہ اُس مین کسی عالم کی تقلید کرے کیونکہ آدمی ہمیشہ سے یہی کرتے رہے کہ علما مین جو ملگیا اُس سے دریافت کر لیتے تھے بدون قید کسی مذہب کے اور بدون انکار کے سائلون مین سے کسی پر یہانتک کہ یہ مذاہب اور اُن کے متعصب پیدا ہوے کہ اُنمین سے ایک اپنے امام کی پیروی کرتا ہی باوجودیکہ اُسکا مذہب دلائل سے دور ہی مگر وہ امام کے قول مین اُسکی تقلید کرتا ہی گویا امام ایک پیغمبر مرسل ہی اور یہ تعصب حق اور صواب سے بعید ہی کوئی اہل عقل مین سے اس سے راضی نہین تمام ہوا مقولہ عزالدین بن عبد السلام کا۔ اور نیز اُنھون نے کہا کہ جو شخص چارون امامون مین سے ایک امام کا مقلد ہو پھر دوسرے امام کی تقلید کرنی چاہے تو یہ امر اُسکو درست ہی یا نہین اسمین علما کا اختلاف ہی۔

والمختار التفصیل فان کان المذهب الذی اراد الانتقال الیه مما ینقض فیه الحکم فلیس له الانتقال الی حکم یجب نقضه فانه لم یجب نقضه الا لبطلانه وان کان الماخذان متقاربین جاز التقلید والانتقال لان الناس لم یزالوا من زمن الصحابة الی ان ظهرت المذاهب الاربعة یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر من احد یعتبر انکاره ولو کان ذلك باطلا لانکروه والله اعلم بالصواب

انتهی

واذا تحقق عندك ما بیناه علمت ان کل حکم یتکلم فیه المجتهد باجتهاده منسوب الی صاحب الشرع علیه الصلوات والتسلیمات اما الی لفظه او الی علة ماخوذة من لفظه واذا کان الامر علی ذلك ففی الاجتهاد مقامان احدهما ان صاحب الشرع هل اراد بکلامه هذا المعنی او غیره وهل جعل هذه العلة مدارا فی نفسه

اور قول مختار اس باب مین تفصیل ہی اسطرح کہ اگر وہ مذہب جسکی طرف جانا چاہتا ہے اُن مذاہب مین سے ہے جن مین حکم توڑا جاتا ہے یعنی اُن کا حکم توڑنے کے قابل ہے تو اُس شخص کو ایسے حکم کی طرف جانا درست نہین جس کا توڑنا واجب ہے کیونکہ اُس کا توڑنا اس لیئے واجب ہوا کہ وہ حکم باطل ہی اور اگر دونون مذہب کے ماخذ قریب قریب ہین تو تقلید ایک کی اور جانا دوسرے کیطرف درست ہے کیونکہ سلف کے لوگ صحابہ کیوقت سے تا ظہور چارون مذاہب کے ہمیشہ اُن علما کی تقلید کرتے رہے جو اُن کو ملتے اس امر پر کسی ایسے شخص نے انکار نہین کیا جسکے انکار کا اعتبار ہو اور اگر یہ بات باطل ہوتی تو بیشک انکار کرتے واللہ اعلم بالصواب تمام ہوا کلام عزالدین بن عبد السلام کا اور جب تمہاری نزدیک ثابت ہوگا جو کچھ کہ ہم نے بیان کیا ہے تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ جس حکم مین مجتہد اپنے اجتہاد سے گفتگو کرتا ہے وہ شارع علیہ الصلوٰت والتسلیمات کیطرف منسوب ہوتا ہے خواہ آپ کے الفاظ مبارک کیطرف یا اُس علت کیطرف جو آپ کے الفاظ سے لی گئی ہے اور جب معاملہ اس طرح پر ہے تو ہر ایک اجتہاد مین دو مقام قابل لحاظ ہین۔ اول یہ کہ شارع علیہ السلام نے آیا اپنے کلام پاک سے یہی معنے مراد لیئے ہین یا دوسرے معنی اور آیا آپ نے اسی علت کو اپنے دل مین مدار ٹھرایا

حين ما تكلم بالحكم المنصوص عليه اولا فان
كان بحث التصويب بالنظر الى هذا
المقام فاحد المجتهدين لا بعينه مصيب
دون الاخر وثانيهما ان من جملة احكام
الشرع انه صلى الله عليه وآله وسلم
عهد الى امته صريحا او دلالة انه متى
اختلف عليهم نصوصه او اختلف عليهم
معانى نص من نصوصه فهم ماموروں
بالاجتهاد واستفراغ الطاقة فى معرفة
ما هو الحق من ذلك فاذا تعين عند مجتهد
شئ من ذلك وجب عليه اتباعه كما
عهد اليهم انه متى اشتبه عليهم القبلة
فى الليلة الظلماء يجب عليهم ان يتحروا
ويصلوا الى جهة وقع تحريهم عليها
فهذا حكم علقه الشرع بوجود
التحرى كما علق وجوب الصلوة
بالوقت وكما علق تكليف الصبى ببلوغه
فان كان البحث بالنظر الى
هذا المقام نظر فان كانت المسئلة
مما ينقض فيه اجتهاد المجتهد
فاجتهاده باطل قطعا وان كان
فيها حديث صحيح
وقد حكم بخلافه

جب کہ حکم مصرح کو بیان فرمایا تھا یا نہین تو اگر برصواب
کہنا دو مجتہدون کا بلحاظ اس مقام کے ہی تو دونو نہین ہے
ایک مجتہد صواب پر ہی بدون تعیین کے دوسرا صواب پر نہین
دوسرا مقام یہ ہی کہ منجملہ احکام شریعت کے ایک یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بصراحت
یا بدلالت یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب اُنپر آپکے احکام
مختلف ہون یا آپ کی نصوص مین سے کسی نص کے معنی
اُن پر مختلف ہون تو اُن کو حکم ہی کہ اجتہاد کرین اور اُن
اختلافی احکام اور معانی مین سے امر حق معلوم کرنےمین
خوب طبیعت کا زور لگائین پس جب کسی مجتہد کے نزدیک
اُن مین سے کوئی بات معین ہو جاکہ حق یہ ہی تو اُس پر اُسکا
اتباع واجب ہی۔ جیسے آپ نے امتیون کو ارشاد
فرمایا کہ جب اُن پر اندھیری رات مین قبلہ مشتبہ ہو جاے
تو اُن پر واجب ہی کہ اٹکل کرین اور اُس طرف کو منھ
کرکے نماز پڑھین جدھر کو اُنکی اٹکل واقع ہو تو یہ ایک حکم
ہی کہ شرع نے اسکو اٹکل کے وجود پر وابستہ کیا ہی جیسے
نماز کے واجب ہونے کو وقت سے اور لڑکے کے مکلف
ہو جانے کو اُس کے بالغ ہونے سے متعلق کیا تو اگر گفتگو
برصواب ہونیکی اس مقام کے اعتبار سے ہی تو یہ دیکھا
جاے کہ اگر مسئلہ اُن اقسام مین سے ہو کہ اجتہاد
مجتہد جدید سے پہلے مجتہد برصواب کا اجتہاد ٹوٹتا ہی
تو یہ نیا اجتہاد قطعا باطل ہے اور اگر اُس مسئلہ مین
کوئی حدیث صحیح ہی اور مجتہد نے اُسکے خلاف حکم دیا

فاجتهاده باطل ظنا وان كان المجتهدان
جميعا قد سلكا ما ينبغى
لهما ان يسلكاه ولم يخالفا
حديثا صحيحا ولا امرا ينقض اجتهاده
القاضى والمفتى فى خلافه فهما جميعا
على الحق هذا والله اعلم

باب ٣ تاكيد الاخذ بهذه المذاهب الاربعة والتشديد فى تركها والخروج عنها

اعلم ان فى الاخذ بهذه المذاهب الاربعة
مصلحة عظيمة وفى الاعراض عنها
كلها مفسدة كبيرة ونحن نبين
ذلك بوجوه احدها ان الامة
اجمعت على ان يعتمدوا على السلف
فى معرفة الشريعة فالتابعون اعتمدوا
فى ذلك على الصحابة وتبع التابعين
اعتمدوا على التابعين وهكذا فى
كل طبقة اعتمد العلماء على من
قبلهم والعقل يدل على حسن ذلك
لان الشريعة لا يعرف الا بالنقل والاستنباط
والنقل لا يستقيم الا بان ياخذ كل طبقة
عمن قبلها بالاتصال ولابد فى الاستنباط
ان يعرف مذاهب المتقدمين لئلا يخرج من
اقوالهم فيخرق الاجماع

تو اُس کا اجتہاد بگمان غالب باطل ہوگا۔ اور اگر
دونون مجتہد اجتہاد کرنے مین وہی چال چلے جو اُنکو
چلنا مناسب تھا اور کسی حدیث صحیح کا خلاف دونون
نے نہین کیا اور نہ ایسے امر کے مخالف ہوے کہ اُسکے خلاف
کرنے سے اجتہاد قاضی اور مفتی کا ٹوٹتا ہو تو اس صورت مین
دونون مجتہد برحق ہون گے اسبات کو یاد رکھو واللہ اعلم۔

باب سوم ان چارون مذہبون کے اختیار کرنے کی تاکید اور ان کو چھوڑنے اور ان سے باہر نکلنے کی ممانعت شدید

جاننا چاہیے کہ ان چارون مذہبون کے اختیار کرنے
مین ایک بڑی مصلحت ہی اور ان سب کے سب سے
روگردانی کرنے مین بڑا فساد ہی اور ہم اس بات کو کئی
وجہون سے بیان کرتے ہین۔ وجہ اول یہ ہی کہ امت
نے اس بات پر اجماع کیا ہی کہ شریعت کے معلوم
کرنے مین سلف پر اعتماد کرین مثلا تابعین نے اس
بارہ مین صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر
اعتماد کیا اور اسی طرح ہر طبقہ مین علما نے اپنے
پہلے علما پر اعتماد کیا اور اس امر کی خوبی پر عقل بھی
دلالت کرتی ہے کیونکہ شریعت دو ہی باتون سے
معلوم ہوتی ہے ایک نقل دوم استنباط اور نقل
اسی طرح سے ٹھیک ہوتی ہے کہ ہر طبقہ اپنے پہلے
طبقہ سے ہیم لیتا چلا آوے اور استنباط مین ضروری
بات یہ ہی کہ مذہب پہلون کے جانے اس وجہ سے کہ
اُنکے اقوال سے باہر نہو جائے نہ اجماع کے مخالف ہو جائیگا

وليبنى عليها وليستعين فى ذلك بمن سبقه لان جميع الصناعات كالصرف والنحو والطب والشعر والحدادة والنجارة والصياغة لم يتيسر لاحد الا بملازمة اهلها وغير ذلك نادر بعيد لم يقع وان كان جائزا فى العقل واذا تعين الاعتماد على اقاويل السلف فلابد من ان يكون اقوالهم التى يعتمد عليها مروية بالاسناد الصحيح او مدونة فى كتب مشهورة وان يكون مخدومة بان يبين الراجح من محتملاتها وتخصص عمومها فى بعض المواضع ويقيد مطلقها فى بعض المواضع ويجمع المختلف فيها ويبين علل احكامها والا لم يصح الاعتماد عليها وليس مذهب فى هذه الازمنة المتاخرة بهذه الصفة الا هذه المذاهب الاربعة اللهم الا مذهب الامامية والزيدية وهم اهل البدعة لا يجوز الاعتماد على اقاويلهم

وثانيا قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم

اور اس وجہ سے کہ پہلون کے مذاہب پر اپنا قول مبنی کرے اور اس وجہ سے کہ استنباط مین اپنے گذشتون سے اعانت لے کیونکہ سب فنون مثل صرف اور نحو اور طب اور شعر اور آہنگری اور درودگری اور زرگری کے کسی کو جب ہی میسر ہوتے ہین کہ اُس فن کے ماہر کی خدمت اختیار کی کرے اور دوسری طرح آجانا کم اور بعید از قیاس ہے کہ کبھی ہوا نہین اگرچہ عقل کے نزدیک اور طرح بھی ممکن ہے۔ اور جب اقوال سلف پر اعتماد کرنا ثابت ہوا تو اب یہ ضرور ہے کہ اُن کے وہ اقوال جنپر اعتماد کیا جائے یا تو سند صحیح سے روایت کیئے گئے ہون یا مشہور کتابون مین قلمبند ہون اور یہ بھی ضرور ہے کہ اُن اقوال پر بحث ہوئی ہو اس طرح کہ جن مضامین کا احتمال اُن مین ہوا اُنمین سے احتمال راجح کا بیان کر دیا جاوے اور عام اقوال کو بعض مواضع مین مخصوص کیئے جائین اور اقوال مطلق کو بعض موقعون مین مقید کیا جائے اور جن اقوال مین اختلاف ہو اُن مین مطابقت کی جائے اور اُن کے احکام کی علتین بیان کی جائین اور اگر یہ باتین اُن اقوال مین مشرح نہون گی تو اُن پر اعتماد درست نہوگا اور ان اخیر وقتون مین کوئی مذہب اس صفت کا سوائے ان چارون مذہبون کے نہین مگر ہان امامیہ و زیدیہ کا مذہب ہے اور وہ فرقہ بدعت والے ہین اُن کے اقوال پر اعتماد کرنا درست نہین۔

اور دوسری وجہ پابندی مذہب کی یہ ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا

اتبعوا السواد الاعظم ولما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنها خروجا عن السواد الاعظم وثالثا ان الزمان لما طال وبعد العهد وضيعت الامانات لم يجز ان يعتمد على اقوال علماء السوء من القضاة الجورة والمفتين التابعين لاهوائهم حتى ينسبوا ما يقولون الى بعض من اشتهر من السلف بالصدق والديانة والامانة اما صريحا او دلالة و حفظ قوله ذلك ولا على قول من لا ندرى هل جمع شروط الاجتهاد اولا فاذا رأينا العلماء المحققين فى مذاهب السلف عسى ان يصدقوا فى تخريجاتهم على اقوالهم او استنباطهم من الكتاب والسنة واما اذا لم نر منهم ذلك فهيهات وهذا المعنى الذى اشار اليه عمر بن الخطاب رضى الله عنه حيث قال يهدم الاسلام جدال المنافق بالكتاب وابن مسعود حيث قال من كان متبعا فليتبع من مضى

کہ پیروی کرو بڑے جتھے کی اور چونکہ سچے مذہب سوائے ان چارون مذہب کے نیست ہوگئے تو ان کی پیروی کرنی بڑے انبوہ کی پیروی کرنی ہے اور ان سے باہر نکلنا بڑے جتھے سے باہر ہونا ہے۔

اور تیسری وجہ پابندی مذہب کی یہ ہے کہ جب عمدہ زمانہ کو گذرے بہت دن ہوگئے اور عرصہ بعید پڑ گیا اور امانتین تلف کر دی گئین تو اب اعتماد نہین ہو سکتا علماء بد یعنی ظالم قاضیون اور ہوا پرست مفتیون کے اقوال پر جنکی شرارت یہان تک ہے کہ اپنے قول کو سلف کے ایسے شخص کیطرف بصراحت یا بدلالت منسوب کرتے ہین جو صدق اور دیانت اور امانت مین مشہور ہوا اور اسکا وہ قول نمانون یہ مذکور رہو۔ اور نہ اُس شخص کے قول پر اعتماد ہو سکتا ہے کہ ہم نہین جانتے کہ آیا شرطین اجتہاد کی رکھتا ہے یا نہین۔ پس جب ہم علما کو دیکھین کہ سلف کے مذاہب مین ثابت قدم ہین تو غالب ہے کہ وہ مسائل جو یہ علماء سلف کے اقوال کے بموجب نکالین یا خود کتاب و سنت سے استنباط کرین اُن مین علماء مذکور راست جانے جائینگے اور جب علما مین ہم یہ بات نہ دیکھین تو اُن کے اقوال کو راست جاننا بعید ہے۔ اور یہی مضمون ہے جس کیطرف حضرت عمر فاروق نے اشارہ کیا فرمایا کہ اسلام کو تباہ کریگا منافق کا جھگڑنا قرآن سے اور حضرت ابن مسعود نے بھی اسکی طرف اشارہ کیا کہ کہا جو کوئی پیروی کرنیوالا ہو تو چاہیئے کہ پیروی ان کی کرے جو گذر گئے۔

فما ذهب اليه ابن حزم حيث قال التقليد حرام ولا يحل لاحد ان ياخذ قول احد غير رسول الله صلى الله عليه وسلم بلا برهان لقوله تعالى اتبعوا ما انزل اليكم من ربكم ولا تتبعوا من دونه اولياء وقوله تعالى واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما الفينا عليه اباءنا وقال الله تعالى مادحا لمن لم يقلد فبشر عباد الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه اولئك الذين هديهم الله واولئك هم اولوا الالباب وقال تعالى فان تنازعتم في شيئ فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الاخر فلم يبح الله تعالى الرد عند التنازع الى احد دون القران والسنة وحرم بذلك الرد عند التنازع الى قول قائل لانه غير القران والسنة وقد صح اجماع الصحابة كلهم اولهم عن اخرهم واجماع التابعين اولهم عن اخرهم واجماع تبع التابعين اولهم عن اخرهم على الامتناع والمنع من ان يقصد احد الى قول انسان منهم او ممن قبلهم فياخذه كله فليعلم من اخذ بجميع اقوال ابي حنيفة رح او جميع اقوال مالك رحمه الله

توجس بات کی طرف ابن حزم مائل ہوا ہی جو کہتا ہے کہ تقلید حرام ہے اور کسی کو حلال نہین کہ کسی کا قول بے دلیل سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مان لے اسلیئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء اور نیز فرمایا واذا قیل لہم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا اور نیز تعریف مین اُن لوگون کی جو تقلید نہین کرتے فرمایا فبشر عبادِ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ہدیہم اللہ واولئک ہم اولو الالباب اور نیز فرمایا فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول اِن کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر تو اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے مباح نہین فرمایا جھگڑے کیوقت رجوع کرنا کسی کی طرف سوائے قرآن وحدیث کے اور اسی آیت سے حرام فرمایا جھگڑے کیوقت رجوع کرنا کسی گوینده کے قول کیطرف اسوجہ سے کہ وہ قول قرآن وحدیث کا غیر ہے۔ اور صحیح ہوچکا ہی اجماع تمام صحابہ کا شروع سے آخر تک اور تمام تابعین اور تبع تابعین کا اول سے آخر تک خود باز رہنے اور دوسرے کے منع کرنے پر اس بات سے کہ کوئی قصد کرے کسی انسان معین کے قول کا خواہ وہ انسان اُنھین مین سے ہو یا اُنسے پہلے لوگون مین سے اور اُسکے سارے قول اختیار کرے۔ تو اب جان لے وہ شخص کہ اختیار کرے سب اقوال امام ابوحنیفہ رح کے یا سب اقوال امام مالک رح کے

او جميع اقوال الشافعي رح او جميع اقوال احمد رح ولا يترك قول من اتبع منهم او من غيرهم الى قول غيره ولم يعتمد على ما جاء في القران والسنة غير صارف ذلك الى قول انسانٍ بعينه انه قد خالف اجماع الامة كلها اولها عن اخرها بيقين لا اشكال فيه وانه لا يجد لنفسه سلفا ولا اماما في جميع الاعصار المحمودة الثلثة فقد اتبع غير سبيل المومنين نعوذ بالله من هذه المنزلة وايضا فان هؤلاء الفقهاء كلهم قد نهوا عن تقليدهم وتقليد غيرهم فقد خالفهم من قلدهم وايضا فما الذي جعل رجلا من هؤلاء او من غيرهم اولى بان يقلد من عمر بن الخطاب رض او علي بن ابي طالب رضي الله عنه او ابن مسعود رض او ابن عمر رض او ابن عباس رض او عائشة ام المؤمنين رض فلو ساغ التقليد لكان كل واحد من هؤلاء احق بان يتبع من غيره

انتهى

یا سب اقوال امام شافعی رح کے یا سب اقوال امام احمد رح کے اختیار کرے اور ان مین سے جسکا اتباع کرے یا جس دوسرے شخص کا مقلد ہو اس کے قول کو چھوڑ کر دوسرے کا قول نہ مانے اور جو کچھ قرآن اور حدیث مین آیا ہے اُس پر بدون پرتا لنے کے انسان معین کے قول سے اعتماد نکرے تو وہ اپنے آپ کو سمجھ لے کہ اُس نے ساری اُمت کا شروع سے آخر تک یقینا خلاف کیا اس مین کچھ شبہہ نہین اور یہ بھی جانے کہ وہ اپنے لیئے تینون بہتر زمانون مین اس باب مین کوئی پیشوا اور امام نہ پاویگا تو بے شک اُس نے سب مسلمانون کی راہ کے سوا اختیار کی۔ اور نیز ان سب فقہانے اپنی تقلید کرنے سے اور دوسرونکی تقلید کرنے سے منع کیا ہے توجو کوئی اُن کی تقلید کرتا ہے وہ اُن کے حکم کے خلاف کرتا ہے۔ اور عدم جواز تقلید کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ کون سی بات ہی جسنے ان ائمہ مین سے یا ان کے سوا اور ونمین سے ایک شخص کو تقلید کیا جانے کے واسطے بہتر کردیا بہ نسبت حضرات عمر فاروق یا علے مرتضے یا ابن مسعود یا ابن عمر یا ابن عباس یا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے پس اگر تقلید کسی کی درست ہوتی تو ان حضرات موصوفین مین سے ہر ایک بہ نسبت دوسرے شخصون کے تقلید کیئے جانیکا زیادہ مستحق تھا تمام ہوا قول ابن حزم کا۔

انما يتم فی من له ضرب من الاجتهاد ولو فی مسئلة واحدة وفيمن ظهر عليه ظهوراً بيّناً انّ النّبیّ صلی الله عليه واله وسلم امر بكذا ونهی عن كذا وانّه ليس بمنسوخ اِمّا بان يتتبّع الاحاديث واقوال المخالف والموافق فی المسئلة فلا يجد لها نسخاً او بان يری جمّاً غفيراً من المتبحّرين فی العلم يذهبون اليه ويری المخالف له لا يحتجّ الا بقياس او استنباط او نحو ذلك فحينئذٍ لا سبب لمخالفة حديث النبیّ صلی الله عليه واله وسلم الا نفاق خفیّ او حمق جلیّ وهذا هو الذی اشار اليه الشيخ عزّ الدين بن عبد السلام حيث قال ومن العجب العجيب ان الفقهاء المقلدين يقف احدهم علی ضعف ماخذ امامه بحيث لا يجد لضعفه مدفعا وهو مع ذلك يقلّده فيه ويترك من شهد الكتاب والسنّة والاقيسة الصحيحة لمذهبهم جموداً علی تقليد امامه بل يتحيّل لدفع ظاهر الكتاب والسنة ويتأوّلها بالتأويلات البعيدة الباطلة نضالاً عن مقلّده وقال

تو یہ قول ابن حزم کا صرف تین شخصون کے حق مین ٹو[ٹ] صادق آتا ہے اول اُس شخص کے حق مین کہ کسی قد[ر] اجتہاد رکھتا ہے اگرچہ ایک ہی مسئلہ مین ہو اور اسپر [خوب] ظاہر ہو گیا ہو کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فلان چیز کا حکم فرمایا خواہ اُس چیز سے منع فرمایا اور یہ آپ کا ارشاد منسوخ نہین اور منسوخ ہونا اِس طرح معلوم کیا کہ احادیث کی تلاش کی اور مسئلہ مین اقوال مخالف و موافق کے [دیکھے] نہین منسوخ ہونا پایا یا اس طرح کہ انبوہ کثیر بڑے علامہ علما کو دیکھا کہ وہ اُس ارشاد کو اختیار کرتے ہین اور اُسکے مخالف [کو] دیکھا تو سوائے قیاس یا استنباط وغیرہ کے اور حجت نہین پکڑتا تو اس صورت مین حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرنیکا سبب بجز نفاق باطنی اور حماقت ظاہر[ی] کے اور کچھ نہین اور یہ وہی بات ہے جس کی طرف شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اشارہ کیا ہے چنانچہ کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تقلید کرنے والے فقیہون مین سے ایک شخص اپنے امام کی سند کا ضعف ایسی طرح معلوم کرتا ہے کہ اُس کو ٹال نہین سکتا پھر بھی اُس مسئلہ مین اُسی کی تقلید کرتا ہے اور جن لوگون کے مذہب پر قرآن اور حدیث اور قیاس صحیح شاہد ہون اُن کو اپنے امام کی تقلید پر جما رہنے کی وجہ سے ترک کرتا ہے بلکہ ظاہر قرآن اور حدیث کے ٹالنے کا حیلہ کرتا ہے اور اپنے امام کی طرفداری کے لیے معانی ظاہر کی تاویلین بعید از عقل اور محض نکمی کرتا ہے۔ اور یہ بھی عزالدین نے کہا ہے۔

لم يزل الناس يسئلون من اتّفق من العلماء من غير تقييد بمذهب ولا انكار علی احد من السائلين الی ان ظهرت هذه المذاهب ومتعصّبوها من المقلّدين فانّ احدهم يتبع امامه مع بعد مذهبه من الادلة مقلّداً له فيما قال كانّه نبیّ ارسل اليه وهذا نأی عن الحق وبُعد عن الصواب لا يرضی به احد من اولی الالباب وقال الامام ابو شامة ينبغی لمن اشتغل بالفقه ان لا يقتصر علی مذهب امام و يعتقد فی كل مسئلة صحّة ما كان اقرب الی دلالة الكتاب والسنّة المحكمة وذلك سهل عليه اذا كان اتقن معظم العلوم المتقدمة وليجتنب التعصّب والنظر فی طرائق الخلاف فانها مضيعة للزمان ولصفوه مكدّرة فقد صحّ عن الشافعی انّه نهی عن تقليده وعن تقليد غيره قال صاحبه المزنی فی اوّل مختصره اختصرت هذا من علم الشافعی رحمة الله عليه ومن معنی قوله

آدمی ہمیشہ سے یہی کرتے رہے کہ علما مین جو ملگیا اُس سے دریافت کر لیتے تھے بدون قید کسی مذہب کے اور بدون انکار کے سائلون مین سے کسی پر یہان تک کہ یہ مذاہب اور اُن کے متعصب پیدا ہوئے کہ انھین سے ایک اپنے امام کی پیروی کرتا ہے باوجودیکہ اسکا مذہب دلائل سے دور ہے مگر جس بات کو اُس نے کہا ہے اُس مین اُسی کی تقلید کرتا ہے گویا وہ امام پیغمبر مرسل ہے اور یہ تعصب حق اور صواب سے بعید ہے کوئی عاقل اس کو پسند نکریگا (یہ قول صفحہ ۲۸ مین بھی گذر چکا ہے) اور امام ابو شامہ نے کہا کہ جو عالم فقہ مین مصروف ہو اُس کو مناسب ہے کہ ایک امام کے مذہب پر اکتفا نہ کرے اور ہر مسئلہ مین اُسی کی صحت کا اعتقاد کرے جو قرآن اور حدیث واضح کی دلالت سے قریب تر ہو اور یہ بات اُس پر آسان ہے بشرطیکہ پیشتر کے علوم مین سے بڑا حصہ خوب جانتا ہو اور یہ بھی چاہیے کہ تعصب اور خلاف کے طریقون مین غور کرنے سے کنارہ کرے کیونکہ یہ باتین وقت کو ضائع اور اُس کی صفائی کو مکدر کرتی ہین۔ اور امام شافعی سے بہ پایۂ صحت کو پہونچا ہے کہ اُنھون نے اپنی تقلید کرنے اور اپنے سوا دوسرے کی تقلید کرنے سے منع کیا ہے چنانچہ اُن کے شاگرد مزنی نے اپنی کتاب مختصر کے شروع مین کہا ہے کہ اس کتاب کو مین نے امام شافعی رح کے معلومات اور اُن کے قول کے

لاقربه على من اراد مع اعلامه نهيه
عن تقليده وتقليد غيره لينظر فيه
لدينه ويحتاط لنفسه اى مع اعلامى
من اراد علم الشافعى
نهى الشافعى عن تقليده
وتقليد غيره

انتهى

وفيمن يكون عاميا ويقلد رجلا
من الفقهاء بعينه يرى انه يمتنع
من مثله الخطأ وان ما قاله هو
الصواب البتة واضمر فى قلبه
ان لا يترك تقليده وان ظهر
الدليل على خلافه وذلك ما رواه
الترمذى عن عدى بن حاتم انه
قال سمعت رسول الله صلى الله عليه
واله وسلم يقرأ اتخذوا احبارهم ورهبانهم
اربابا من دون الله قال انهم لم يكونوا يعبدونهم
ولكنهم كانوا اذا احلوا لهم شيئا استحلوه واذا
حرموا عليهم شيئا حرموه ٭
وفيمن لا يجوز ان يستفتى الحنفى مثلا فقيها
شافعيا وبالعكس ولا يجوز ان يقتدى الحنفى
بامام شافعى مثلا

اس مضمون سے اگر قریب کے دن علم کو اُس شخص پر کہ اسکو چاہتا
باوجود دیرے بتا دینے کے شخص مذکور کو منع کرنا امام کا اپنی
تقلید اور کسی دوسرے کی تقلید سے تاکہ وہ شخص اس مختصر
مین اپنے دین کی درستی کے لیئے غور کرے اور اپنے نفس
کی خاطر احتیاط کی راہ چلے یعنی جو شخص امام شافعی کے
معلومات کی خواہش رکھتا ہے مین اُس کو یہ بھی جتا دونگا
کہ شافعی رحمہ نے اپنی اور کسی دوسرے کی تقلید کرنے
سے منع کیا ہے تمام ہوا قول ابو شامہ کا۔
دوسرے اُس شخص کے حق مین ابن حزم کا قول صادق
آتا ہی کہ وہ شخص عامی ہو اور کسی فقیہ معین کی تقلید کرے
اس اعتقاد سے کہ اس جیسے فقیہ سے خطا ہونی محال ہی
اور جو کچھ اس نے کہدیا ہی وہی ٹھیک ہی اور دلمین یہ
ٹھان لی کہ اُسکی تقلید نچھوڑونگا اگرچہ دلیل اُسکے خلاف
ظاہر ہوا اور اسکی مثال یہ حدیث ہی جو ترمذی نے عدی
بن حاتم سے روایت کی کہ اُنھون نے کہا کہ مین نے سُنا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ یہ پڑھتے تھے اتخذوا
احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ۔ فرمایا کہ وہ لوگ
علما کی پرستش نکرتے تھے بلکہ جب علما اُن کے لیئے کوئی چیز
حلال کر دیتے تو وہ اُس کو حلال جانتے اور جب کسی چیز
اُن پر حرام کر دیتے تو اُس کو حرام سمجھتے۔
تیسرے اُس شخص کے حق مین صادق آتا ہی جو جائز نہین رکھتا کہ
مثلاً حنفی شخص شافعی فقیہ سے فتویٰ پوچھے اور شافعی حنفی سے
اور نہ یہ جائز رکھے کہ حنفی کسی شافعی امام کے پیچھے مثلاً نماز پڑھے

فان هذا قد خالف اجماع القرون الاولى
وناقض الصحابة والتابعين
وليس محله فيمن لا يدين الا بقول النبى
صلى الله عليه وسلم ولا يعتقد حلالا
الا ما احله الله ورسوله ولا حراما
الا ما حرمه الله ورسوله لكن لما لم
يكن له علم بما قاله النبى صلى الله عليه
واله واصحابه وسلم ولا بطريق الجمع
بين المختلفات من كلامه ولا بطريق
الاستنباط من كلامه اتبع عالما
راشدا على انه مصيب فيما يقول و
يفتى ظاهرا متبع سنة رسول الله
صلى الله عليه واله وسلم فان ظهر
خلاف ما يظنه اقلع من ساعته
من غير جدال ولا اصرار فهذا كيف ينكره
احد مع ان الاستفتاء والافتاء لم يزل
بين المسلمين من عهد النبى صلى الله
عليه واله وسلم ولا فرق بين ان يستفتى
هذا دائما او يستفتى هذا حينا وهذا
حينا بعد ان يكون مجمعا على ما ذكرناه
كيف لا ولم نؤمن بفقيه
ايا كان انه اوحى الله
اليه الفقه

کیونکہ اس شخص نے البتہ پہلے قرنون کے اجماع
کا خلاف کیا اور صحابہ اور تابعین کے عمل کا اُلٹا کیا
اور ابن حزم کے قول کا محل ایسے شخص کے حق مین نہین
جو دین وہی اختیار کرے جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہوا اور حلال اُسی چیز کو اعتقاد کرے جسکو
اللہ اور اُس کے رسول نے حلال فرمایا اور حرام ہی
چیز جانے جسکو خدا اور رسول نے حرام کیا لیکن چونکہ
اُس کو علم پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کا نہین
اور نہ آپ کی مختلف تقریرون کو مطابق کرنا جانتا ہی
اور نہ آپکے کلام مبارک سے مسائل کے نکالنے کا ڈھنگ
اُس کو آتا ہی اسیلیئے کسی نیک عالم کی تقلید کرنی
اس گمان پر کہ جو بات یہ کہتا ہے اور ظاہر مین فتویٰ
دیتا ہے سب مین صواب پر ہی اور سنت رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہی اور اگر اُسکے گمان کے
خلاف ظاہر ہو تو بدون جھگڑے اور ہٹ کے فوراً
باز رہے۔ تو اس کا کوئی کیسے انکار کرے گا کہ حکم
پوچھنا اور حکم بتانا تو مسلمانون مین زمانہ پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم سے برابر رہا ہی اور اس مین کچھ فرق نہین کہ
ہمیشہ ایک ہی عالم سے فتویٰ دریافت کرے یا کبھی
اس سے دریافت کرے کبھی دوسرے سے بشرطیکہ عزم مصمم
وہی رکھتا ہو جو ہمنے ذکر کیا یعنی خلاف کے ظاہر ہونے پر
باز رہیگا اور کیسے باز نہ رہیگا حالانکہ ہم کسی عالم پر کوئی صاحب
یہ ایمان نہین لائے کہ اللہ تعالی نے فقہ کی وحی اُنکو کی

وفرض علينا طاعته وانه معصوم
فان اقتدينا بواحد منهم فذلك
لعلمنا انه عالم بكتاب الله وسنة
رسوله فلا يخلو قوله اما ان يكون
من صريح الكتاب والسنة او
مستنبطا عنهما بنحو من الاستنباط
او عرف بالقرائن ان الحكم فی صورة
ما منوط بعلة كذا او اطمأن قلبه
بتلك المعرفة فقاس غير المنصوص
على المنصوص فكانه يقول ظننت
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
كلما وجدت هذه العلة فالحكم ثمه
هكذا والمقيس مندرج فی هذا
العموم فهذا ايضا معزو الى النبی صلى
الله عليه وآله وسلم ولكن فی طريقه
ظنون ولولا ذلك لما قلد مؤمن
لمجتهد فان بلغنا حديث من الرسول
المعصوم الذی فرض الله علينا
طاعته بسند صالح يدل على خلاف
مذهبه وتركنا حديثه واتبعنا ذلك
التخمين فمن اظلم منا وما عذرنا
يوم يقوم الناس
لرب العالمين ؏

اور ہمپر اُس کی فرمانبرداری فرض فرمائی اور وہ فقیہ
خطا سے محفوظ ہے۔ پھر اگر ہم اُن فقہا میں سے کسی کا
اقتدا کرتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ
وہ قرآن اور حدیث کا عالم ہے اس صورت میں اُسکا قول
تین حال سے خالی نہیں یا صریح قرآن وحدیث سے ہوگا
یا کسی قسم کے استنباط کے ذریعہ سے قرآن وحدیث سے نکالا
ہوگا یا اُس نے قرینوں سے معلوم کیا ہوگا کہ حکم فلان صورتین
فلان علت پر لگا ہے اور اس معلوم کرنے پر اُسکے دل کو
اطمینان ہوگیا تو اُسنے غیر مصرح صورت کو اس صورت پر
قیاس کیا جسمین حکم کی تصریح تھی تو گویا وہ یہ کہتا ہے کہ
مین گمان کرتا ہون کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جہان کہین یہ علت پائی جائیگی وہان ایسا حکم ہوگا پس
جس صورت کو اسنے قیاس کیا ہے وہ اس عموم مین داخل ہے تو
یہ اُس کا قول بھی منسوب بپیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف ہے
لیکن اُسکے طریق مین بہت گمان ہین اور اگر گمان وشک
کی صورت واقع نہوتی تو کوئی مسلمان کسی مجتہد کی تقلید
نکرتا اب اگر اس صورتمین ہمکو اچھی سند سے حدیث رسول
معصوم کی پہنچے جنکی فرمانبرداری اللہ تعالے نے ہمپر فرض
فرمائی اور یہ حدیث اُس فقیہ کے مذہب کے خلاف پر دلالت
کرے اور ہم آپ کی حدیث کو ترک کرکے اُس قول ظنی اور
تخمین کے تابع رہین تو ہم سے زیادہ ستمگار کون ہوگا اور ہمارا
عذر اُس روز کیا ہوگا جس روز آدمی جہانون کے پروردگار
کے سامنے کھڑے ہون گے۔

باب ۴ اختلاف الناس فی الاخذ بهذه
المذاهب الاربعة وما يجب عليهم
من ذلك

اطوار الناس فی الاخذ بهذه المذاهب
على اربعة منازل ولكل قوم حد لا يجوز
ان يتعدوه احدها مرتبة المجتهد المطلق
المنتسب الى صاحب مذهب من تلك
المذاهب وثانيها مرتبة المخرج وهو المجتهد
فی المذهب وثالثها مرتبة المتبحر فی
المذهب الذی حفظ المذهب واتقنه
وهو يفتی بما اتقن وحفظ من مذهب
اصحابه ورابعها المقلد الصرف الذی
يستفتی علماء المذاهب ويعمل على
فتواهم وكتب القوم مشحونة بشروط
كل منزل واحكامه الا ان من
الناس من لا يميز بين المنازل فيتخبط
فی تلك الاحكام ويظنها متناقضة
فاردنا ان نجعل لكل منزل فصلا و
نشير الى احكام كل منزل على حدة

فصل
فی المجتهد المطلق المنتسب

وقد ذكرنا شرطه فلا نعيده

باب چہارم لوگون کے اختلاف مین ان چارون
مذہبون کے اختیار کرنے مین اور اس مین سے جسقدر
ان پر واجب ہے اُس کے بیان مین۔
جاننا چاہیئے کہ آدمی ان مذاہب کے اختیار کرنے مین
چار مرتبے رکھتے ہین اور ہر مرتبے والون کی ایک
حد ہے کہ اُس سے بڑھنا اُن کو درست نہین اول
مرتبہ مجتہد مطلق کا جو ان مذاہب مین کسی مذہب
کے امام کی طرف نسبت رکھتا ہو۔ دوم مرتبہ مسائل
نکالنے والے کا یعنے مجتہد فے المذہب کا۔
سوم مرتبہ نہایت ماہر فے المذہب کا جو مذہب کو
یاد کرلیتا ہے اور استوار کرتا ہے اور اپنی یاد اور
حذاقت کے بموجب اپنے ائمہ کے مذہب سے مسائل
کا حکم بتاتا ہے۔ چوتھا مرتبہ نرے مقلد کا ہے کہ
مذہبون کے علما سے فتوے دریافت کرکے اُن کے
فتوے کے بموجب کاربند ہوتا ہے اور لوگون کی
کتابین ہر ایک مرتبے کے شرطون اور حکمون سے
پر ہین مگر بعض آدمی ان مراتب مین امتیاز نہین
کرتے اس لیئے اُن احکام مین بدحواس ہوکر اُن کو
ایک دوسرے کے خلاف گمان کرتے ہین لہذا ہمنے
چاہا کہ ہر ایک مرتبہ کے لیئے ایک فصل مقرر کرین اور
ہر مرتبہ کے احکام کیطرف جدا جدا اشارہ کرین
(فصل اول بیان مین مجتہد مطلق منتسب کے)
اور ہم بیشتر اس کی شرط بیان کرچکے اب مکرر نہین کہتے

وحاصل كل ذلك انه الجامع بين علم الحديث والفقه المروى عن اصحاب الحديث واصول الفقه كحال كبار العلماء من الشافعية وهم وان كانوا اكثرين فى انفسهم لكنهم اقلون بالنظر الى المنازل الاخرى وحاصل صنيعهم على ما استقرأنا من كلامهم ان تعرض المسائل المنقولة عن مالك والشافعى وابى حنيفة والثورى وغيرهم من المجتهدين المقبولة مذاهبهم وفتاويهم على موطا مالك رح والصحيحين ثم على احاديث الترمذى وابى داؤد والنسائى فاى مسئلة وافقها السنة نصا او اشارة اخذوا بها وعولوا عليها واى مسئلة خالفتها السنة مخالفة صريحة ردوها وتركوا العمل بها واى مسئلة اختلفت فيها الاحاديث والآثار اجتهدوا فى تطبيق بعضها ببعض اما بحمل المفسر قاضيا على المبهم وتنزيل كل حديث على صورة او غير ذلك فان كانت من باب السنن والآداب فالكل سنة وان كانت من باب الحلال والحرام او من باب القضاء واختلف الصحابة والتابعون والمجتهدون جعلوها على قولين او على اقوال

اور حاصل سب بیان سابق کا یہ ہے کہ مجتہد مطلق منتسب وہ ہے کہ علم حدیث رکھتا ہو اور علم فقہ جو اکثر ائمہ سے مروی ہے اور علم اصول فقہ رکھتا ہو جیسے حال بڑے بڑے علما شافعیہ کا ہے اور یہ لوگ اگرچہ بذات خود اکثر ہین مگر باعتبار دوسرے مراتب کے کم ہین اور اُن کی تدبیر کا خلاصہ بموجب اُس تلاش کے جو ہم نے اُن کے کلام سے کی ہے یہ ہے کہ اُن مسائل کو جو مالک اور شافعی اور ابو حنیفہ اور ثوری اور دوسرے مجتہدون سے منقول ہین جنکے مذہب اور فتوے مقبول ہین موطا امام مالک اور بخاری اور مسلم پر پیش کیا جائے پھر ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی کی احادیث پر پیش کرین تو جس مسئلہ کی حدیث موافق پڑے باعتبار نص کے یا اشارہ کے انکو اختیار کرین اور اُسپر اعتماد کرین اور جس مسئلہ کے حدیث مخالف پڑے صریح طور سے اُسکو نہ مانین اور اُسپر عمل کرنا چھوڑ دین اور جس مسئلہ مین احادیث اور آثار مختلف ہون تو بعض کو بعض کے ساتھ مطابق کرنے مین اجتہاد کرین اسطرح کہ مفسر کو مبہم پر حکم ٹھرا دین اور ہر حدیث کو ایک صورت پر محمول کرین یا کسی اور طرح سے پس اگر وہ مسئلہ سنن اور آداب کی قسم سے ہو تو سب طرح سنت ہین اور اگر حرام اور حلال کی جنس سے یا قضا کی قسم سے ہو اور صحابہ اور تابعین اور مجتہدین اُس مین مختلف ہین تو اُس کو دو قول پر یا کئی قولون پر کر دیا

لم ينكروا على احد فيما اخذ منها ورأوا الامر سعة اذا كان يشهد الحديث والآثار لكل جانب ثم استفرغوا جهدهم فى معرفة الاولى والارجح اما بقوة الرواية او بعمل اكثر الصحابة به او كونه مذهب جمهور المجتهدين او موافقا للقياس كفيئا لنظرائه ثم عملوا بذلك الاقوى من غير نكير على احد ممن اخذ بالقول الآخر فان لم يجد وافى المسئلة حديثا من تينك الطبقتين اجالوا قداح نظرهم فى شواهد اقوالهم من آثار الطبقة الثالثة من كتب الحديث والى ما يفهم من كلامهم من الدليل والتعليل فاذا اطمأن الخاطر بشئ اخذوا به فان لم يطمئن بشئ مما ذكروه واطمأن بغيره وكانت المسئلة مما ينفذ فيه اجتهاد المجتهد ولم يسبق فيه اجماع وقام عندهم الدليل الصريح قالوا بها مستعينين بالله متوكلين عليه وهذا باب نادر الوقوع صعب المرتقى يجتنبون مزالقه

اور جس کسی نے ان اقوال مین ایک اختیار کر لیا اُسپر انکار نہ کیا اور اس معاملہ مین وسعت مدنظر رکھی بشرطیکہ حدیث اور آثار ہر طرف کی شاہد ہون۔ پھر خوب محنت اس بارے مین کی کہ اولی اور راجح تر اُن مین سے معلوم کیا خواہ روایت کے قوی ہونے سے یا اکثر صحابہ کے اُس پر کاربند ہونے سے یا اسوجہ سے کہ جمہور مجتہدون کا مذہب ہی ہے یا یہ کہ قیاس کے موافق۔ اور اپنی نظیرون کے مانند ہے پھر اس قول قوی تر پر عمل کیا بدون اعتراض کے کسی پر اُن مین سے جنھون نے دوسرے قول کو اختیار کیا۔ پھر اگر مسئلہ مین حدیث اُن دو طبقون صحابہ اور تابعین سے نپائی تو تیسرے طبقہ کے آثار مندرجہ کتب حدیث سے اُن کے اقوال کے شواہد بغور دیکھے اور وجہ دلیل اور علت ان کے کلام سے سمجھی جاتی ہے اُس کو بتامل دیکھا پس اگر دل کو کسی بات پر اطمینان ہو تو اُس کو اختیار کر لیا اور اگر اُن کے بیان سے کسی بات پر دل نہ جما اور دوسری بات پر اطمینان ہوا اور مسئلہ اُس قسم کا تھا جس مین اجتہاد مجتہد کا چل سکے اور اُس امر مین پہلے کوئی اجماع بھی نہین ہو چکا اور اُن کے نزدیک کوئی صریح دلیل اُس دوسری بات پر قائم ہوئے تو اُسبات کو اللہ تعالی سے مدد چاہکر اور اُس پر بھروسا کر کے کہہ گذرتے ہین اور یہ صورت واقع کم ہوتی ہے اور اس کی چڑھائی دشوار ہے اُس کی پھسلنے کی جگہون سے

اشد اجتناب وان لم يقم عندهم دليل
صريح اتبعوا السواد الاعظم واى
مسئلة ليس فيها تصريح او تعليل
صحيح من السلف استفرغوا الجهد فى
طلب نص او اشارة او ايماء من
الكتاب والسنة او اثر من الصحابة
والتابعين فان وجدوا قالوا به وليس
عندهم ان يقلدوا عالما واحدا فى
كل ما قال اطمأنت به نفوسهم او لا وان
كنت فى ريب مما ذكرنا
فعليك بكتب البيهقى وكتاب معالم السنن
وشرح السنة للبغوى فهذه طريقة المحققين
من فقهاء المحدثين وقليل ما هم وهم
غير الظاهرية من اهل الحديث
الذين لا يقولون بالقياس ولا الاجماع
وغير المتقدمين من اصحاب الحديث ممن لم يلتفتوا
الى اقوال المجتهدين اصلا ولكنهم اشبه الناس
باصحاب الحديث لانهم صنعوا فى اقوال المجتهدين
ما صنع اولئك فى مسائل الصحابة والتابعين

فصل فى المجتهد فى المذهب وفيه مسائل

مسئلة اعلم ان الواجب على المجتهد فى المذهب
ان يحصل من السنن والآثار ما يحترز به من مخالفة
الحديث الصحيح واتفاق السلف

غایت درجہ کا کنارہ کرتے ہین اور اگر اُنکے عندیہ
مین کوئی دلیل صریح قائم نہوئی تو بڑے جتھے کی قول
کا اتباع کر لیا۔ اور جس مسئلہ مین کہ تصریح اور تعلیل
صحیح سلف سے منقول نہوئی تو کامل کوشش کی قرآن اور
حدیث یا صحابہ اور تابعین کے اثر سے نص یا اشارہ یا
ایما کی جستجو مین اگر ملگئی تو اُسکو اختیار کر لیا۔ اور
اُنکے عندیہ مین یہ بات نہ تھی کہ ایک ہی عالم کی تقلید
اُسکے سب اقوال مین کرین خواہ اُسکے قول پر اُنکے دل
مطمئن ہون یا نہون۔ اور اگر تمکو ہمارے بیان مین شک
ہو تو تمکو چاہیئے کہ دیکھو بیہقی کی کتابین اور معالم السنن اور
شرح السنہ مولفہ بغوی کو غرضکہ محققین فقہاء اہل حدیث
کا یہ طریقہ تھا اور ایسے لوگ کم ہین اور یہ لوگ علیحدہ ہین
اہل حدیث کے فرقہ ظاہریہ سے جو نہ قیاس کے قائل نہ
اجماع کے اور نیز الگ ہین متقدمین اصحاب حدیث سے
جنھون نے مجتہدون کے اقوال پر سرے سے التفات ہی نہین کیا
بلکہ یہ لوگ اہل حدیث کے زیادہ مشابہ ہین کیونکہ انھون نے
مجتہدون کے اقوال مین وہی کارستانی کی جو محدثین نے
نے صحابہ اور تابعین کے مسائل مین کی۔

دوسری فصل مجتہد فی المذہب کے بیان مین
اور اُس مین تین مسئلہ ہین۔

مسئلہ اول جاننا چاہیئے کہ مجتہد فی المذہب پر واجب
ہے کہ سنن اور آثار اس قدر بہم پہونچا دے کہ اُنکی وجہ
سے حدیث صحیح اور اجماع سلف کی مخالفت سے بچا رہے

ومن دلائل الفقه ما يقدر به على معرفة
مآخذ اصحابه فى اقوالهم وهو معنى ما فى
الفتاوى السراجية لا ينبغى لاحد ان يفتى
الا ان يعرف اقاويل العلماء ويعلم
من اين قالوا ويعرف معاملات الناس
فان عرف اقاويل العلماء ولم يعرف مذاهبهم
فان سئل عن مسئلة يعلم ان العلماء الذين
ينتحل مذهبهم قد اتفقوا عليه فلا بأس
بان يقول هذا جائز وهذا
لا يجوز ويكون قوله على
سبيل الحكاية وان كانت
مسئلة قد اختلفوا فيها فلا بأس
بان يقول هذا جائز فى قول فلان وفى
قول فلان لا يجوز وليس له
ان يختار فيجيب بقول بعضهم
ما لم يعرف حجتهم
وفى فصول العمادية
فى الفصل الاول وان لم يكن
من اهل الاجتهاد لا يحل له
ان يفتى الا بطريق الحكاية
فيحكى ما يحفظ من اقوال الفقهاء
وعن ابى يوسف وزفر وعافية بن
زيد انهم قالوا

اور فقہ کے دلائل اتنے حاصل کرے کہ اُن کے ذریعہ
سے اپنے ائمہ کے اقوال مین اُن کا ماخذ جان سکے
اور یہی مطلب فتاوی سراجیہ کی اس عبارت کا ہے
کہ کسی کو نہین چاہیئے کہ فتوے دے مگر اس صورت مین
کہ علما کے اقوال سے واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو
کہ اُنھون نے کہان سے کہا ہے اور نیز لوگون کے
معاملون سے واقف ہو تو اگر علما کے اقوال جانتا ہو
اور اُن کے مذہبون سے ناواقف پس ایسی صورت مین
اگر اُس سے ایسا مسئلہ پوچھا جاوے کہ اُسکو معلوم ہے
کہ جن علما کا مذہب مانا جاتا ہے اُن سب نے اُسکے
جواز یا عدم جواز پر اتفاق کیا ہے تو کچھ مضائقہ نہین
کہ کہدے کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز اور اُس کا یہ
کہنا بطور حکایت اور نقل کے ہوگا اور اگر ایسا مسئلہ
ہو کہ علمانے اُس مین اختلاف کیا ہو تو کچھ خوف
نہین کہ کہدے کہ فلان عالم کے قول مین جائز ہے
اور فلان کے قول مین ناجائز ہان اُس کو یہ درست
نہین کہ خود چھانٹ کر بعض علما کے قول کے بموجب
جواب دے جب تک کہ اُن کی حجت سے واقف نہو۔
اور فصول عمادیہ کی اول فصل مین ہے کہ اگر عالم
اہل اجتہاد مین سے نہو تو اُس کو حلال نہین کہ فتوی
دے مگر بطور نقل کے یعنے جو اقوال فقہا کے اُسکو
یاد ہون اُن کو بیان کر دے۔ اور امام ابو یوسف اور
زفر اور عافیہ بن زید سے منقول ہے کہ اُنھون نے کہا

لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا ما لم یعلم من این
قلنا و فیها ایضا عن بعضهم قالوا ان
الرجل حفظ جمیع کتب اصحابنا لا بد ان
یتلمذ للفتوی حتی یهتدی الیه لان
کثیرا من المسائل اجاب عنها
اصحابنا علی عادة اهل بلدهم
و معاملاتهم فینبغی لکل مفتی
ان ینظر الی عادة اهل بلده و زمانه
فیما لا یخالف الشریعة و فی عمدة الاحکام
من المحیط فاما اهل الاجتهاد
من یکون عالما بالکتاب والسنة
والاثار و وجوه الفقه
و فی الخانیة
نقل عن بعضهم لا بد للاجتهاد
من حفظ المبسوط و معرفة
الناسخ والمنسوخ والمحکم والماوّل
والعلم بعادات الناس و عرفهم
و فی السراجیة قیل ادنی الشروط
للاجتهاد حفظ المبسوط ذکر هذه
الروایات فی خزانة المفتین اقول هذه
العبارات معناها الفرق بین المفتی الذی هو
هو صاحب تخریج و بین المفتی الذی
هو متبحر فی مذهب صحابه

کہ کسی کو حلال نہین کہ ہمارے قول کے بموجب فتوی
دے جبتک یہ نجانے کہ ہم نے کہان سے کہاہی - اور نیز
فصول عمادیہ مین بعض ائمہ سے منقول ہے کہ انھون نے
کہا کہ اگر بالفرض کوئی عالم ہمارے اساتذہ کی سب کتابین
یاد کرے تب بھی اسکو فتوے کے لیئے شاگرد ہونا ضرور ہے
یہان تک کہ اُس کو فتویٰ دینے کی راہ ملجاوے کیونکہ
بہت مسئلہ ایسے ہین کہ انکا جواب ہمارے پیشواؤن نے
اپنے شہر والونکی عادت اور اُن کے معاملات کے مطابق
دیا ہی تو ہر فتوے دہندہ کو چاہیئے کہ اُن معاملوں مین
جو شریعت کے خلاف نہون اپنے شہر اور زمانہ کی
عادت کو مدنظر رکھے - اور عمدۃ الاحکام مین محیط
سے یہ مضمون منقول ہے کہ اجتہاد والے وہ لوگ ہین
کہ عالم ہون قرآن اور حدیث اور آثار اور فقہ کی
صورتون اور توجیہون کے - اور خانیہ مین بعض
علما سے منقول ہے کہ اجتہاد کے لیئے ضروری کتاب
مبسوط کا یاد کرنا اور ناسخ اور منسوخ اور محکم اور
ماول کا پہچاننا اور لوگون کی عادت اور اُن کے
عرف کو جاننا - اور سراجیہ مین ہے کہ بعض علما کا
قول ہے کہ اجتہاد کی شرطون مین سے کم سے کم مبسوط
کا یاد کرنا ہے - یہ ساری روایتین خزانۃ المفتین مین
مذکور ہین - مین کہتا ہون کہ ان عبارتون کا مضمون
مقصود یہ ہی کہ فرق ہے اُس مفتی مین کہ مسائل خود دریافت
کرے اور اُس مفتی مین کہ اپنے ائمہ کے مذہب مین علاوہ

...ص علی سبیل الهدایة لا علی سبیل الاجتهاد
مسئلة اعلم ان القاعدة عند محققی الفقهاء
ان المسائل علی اربعة اقسام قسم تقرر
...ل ظاهر المذهب وحکمه ان یقبلوه علی
...ی حال وافقت الاصول او خالفت وفی ذلك
... صاحب الهدایة و غیره
...کلفون ببیان الفرق فی مسائل التجنیس
و قسم هو روایة شاذة عن ابی حنیفة
... و صاحبیه و حکمه ان لا
یقبلوه الا اذا وافق الاصول و کما فی
الهدایة و نحوها من تصحیح لبعض
الروایات الشاذة لحال الدلیل
و قسم هو تخریج من
المتاخرین اتفق علیه جمهور
الاصحاب و حکمه انهم یفتون به
علی کل حال و قسم
هو تخریج منهم لم یتفق
علیه جمهور الاصحاب
و حکمه ان یعرضه المفتی
علی الاصول والنظائر من کلام
السلف فان وجده موافقا
لها اخذ به و الا
ترکه

کہ فتوی بطور نقل عبارت کے دیتا ہو نہ اجتہاد کے طور پر
دوسرا مسئلہ - جاننا چاہیئے کہ محققین فقہا کے
نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ مسائل فقہی چار قسم کے
ہین - اول قسم وہ ہین جو ظاہر مذہب مین ثابت
ہو چکے ہین اُن کا حکم یہ ہے کہ فقہا اُن کو ہر حال مین
قبول کرتے ہین خواہ وہ اصول فقہ کے موافق ہون یا
مخالف اور اسی وجہ سے تم مولف ہدایہ اور دوسرے
علما کو دیکھتے ہو کہ تجنیس کے مسائل مین فرق بیان
کرنے کے لیئے تکلف کرتے ہین - دوسری قسم وہ
مسائل ہین جن مین روایت شاذ ابو حنیفہ اور صاحبین
سے ہی اُن کا حکم یہ ہے کہ اُن کو پذیرا نہین کرتے مگر
اُس صورت مین کہ اصول کے موافق ہون اور
ہدایہ اور اُس جیسی اور کتابون مین تصحیح بعض روایات
شاذ کی بہت ہی دلیل کی وجہ سے - تیسری قسم وہ
مسائل ہین جنکو متاخرین نے نکالا ہے اور اُن پر
جمہور علما کا اتفاق ہے اور اُن کا حکم یہ ہے کہ فقہا
اُن کے بموجب ہر حال مین فتوے دیتے ہین -
چوتھی قسم وہ مسائل ہین کہ متاخرین ہی نے نکالے
ہین مگر اُن پر جمہور علما متفق نہین ہوے اور اُن کا
حکم یہ ہے کہ مفتی اُن کو اصول پر اور کلام سلف
کی نظیرون پر پیش کرے پس اگر اُن کو موافق
اصول اور نظیرون کے پاوے تو اُن کو اختیار کرے
اور اگر موافق نہ پاوے تو اُن کو ترک کرے -

وفی خزانة الروایات
نقلا عن بستان الفقیه ابی اللیث
فی باب الاخذ عن الثقات ولو ان
رجلاً سمع حدیثا او سمع مقالةً
فان لم یکن القائل ثقة فلا یسعه
ان یقبل منه الا ان یکون قولا
یوافق الاصول فیجوز العمل به والا
فلا وکذا لو وجد حدیثاً
مکتوبا او مسئلة فان کان
موافقا للاصول جاز ان یعمل به
والا فلا وفی البحر الرائق عن ابی اللیث
قال سئل ابو نصر عن مسئلة وردت
علیه ما تقول رحمک الله تعالی وقعت
عندک کتب اربعة کتاب ابراهیم بن
رستم وادب القاضی عن الخصاف
وکتاب المجرد وکتاب النوادر من جهة هشام
هل یجوز لنا ان نفتی منها او لا وهذه الکتب محمودة
عندک فقال ما صح عن اصحابنا فذلک علم
محبوب مرغوب فیه مرضی به واما الفتیا فانی
لا اری لاحد ان یفتی بشیٔ لا یفهمه ولا یحتمل
اثقال الناس فان کانت
مسائل قد اشتهرت وظهرت
وانجلت عن اصحابنا

اور خزانة الروایات کے باب الاخذ عن الثقات مین
بستان فقیہ ابو اللیث سے منقول ہی کہ اگر کسی نے
کوئی حدیث سنی یا کوئی مقولہ سُنا تو اگر کہنے والا معتبر
نہو تو سامع کو روا نہین کہ گوینده سے اُسکو بذیرا کرے
مگر اُس صورت مین کہ اُس کا قول اصول کے موافق
ہو تو ہوقت اُسکے بموجب عمل کرنا درست ہی ورنہ ناجائز
اور اسی طرح اگر کوئی حدیث لکھی ہوئی یا کوئی مسئلہ
لکھا ہوا پاوے تو اگر اصول کے موافق ہو تو اُسپر
عمل کرنا جائز ہے ورنہ درست نہین - اور بحر الرائق مین
ابو اللیث سے منقول ہی کہ اُنھون نے کہا کہ ابو نصر سے
کسی نے حال اُس مسئلہ کا پوچھا جو ابو نصر کے پاس
آیا تھا اسطرح کہ تم کیا فرماتے ہو اللہ تعالیٰ تمپر رحم کرے اس
صورتمین کہ ہمارے پاس چار کتابین موجود ہین ایک ابراہیم
بن رستم کی کتاب دوم خصاف کی آداب القاضی سوم کتاب مجرد
چہارم کتاب نوادر جو ہرون خلیفہ ہشام کیطرف سے تمہارے
پاس ہین آیا ہمکو درست ہی کہ انہین سے دیکھکر ہم فتوی
دین یا درست نہین اور یہ کتابین تمہارے نزدیک اچھی
ہین - ابو نصر نے کہا کہ جو اقوال ہمارے ائمہ سے پایہ
صحت کو پہونچ گئے ہین وہ علم محبوب اور دل پسند لائق
رضامندی کے ہے اور فتوی دینے کا حال یہ ہی کہ مین
کسی کو جائز نہین جانتا کہ ایسی چیز کا فتوے دے جسکو
سمجھتا نہو اور لوگون کا وبال اپنی گردن پرلے اور اگر
مسائل مشہور اور ظاہر اور صاف منقول ہون ہمارے ائمہ سے

سیمیل الی الاعتماد علیها فی النوازل
مسئلة اعلم ان المسئلة اذا کانت ذات
الاختلاف بین ابی حنیفة وصاحبیه
فحکمها ان المجتهد فی المذهب یختار
من اقوالهم ما هو اقوی دلیلا واقیس
تعلیلا وارفق بالناس ولذلک افتی
جماعات من علماء الحنفیة علی قول محمد رح
فی طهارة الماء المستعمل وعلی قولهما
فی اول وقت العصر والعشاء وفی
جواز المزارعة وکتبهم مشحونة بذلک
لا نحتاج الی ایراد النقول وکذلک
الحال فی مذهب الشافعی رح فی
المنهاج وغیره فی الفرائض
ان اصل المذهب عدم توریث ذوی
الارحام وقد افتی المتاخرون
عند عدم انتظام بیت المال
بتوریثهم وقد نقل فقیه
ابن زیاد فی فتاواه مسائل
افتی المتاخرون فیها
بخلاف المذهب منها اخراج
الفلوس من الزکوة المفروضة
فی النقدین وعروض التجارة
البلقینی بجواز ذلک

تو توقع کرتا ہون کہ مجکو وقائع مین اُن پر اعتماد کرنا روا ہو
پتیسرا مسئلہ جاننا چاہیئے کہ جب مسئلہ مین درمیان
امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے اختلاف ہو تو اُس کا
حکم یہ ہے کہ مجتہد فی المذہب اُن کے اقوال مین سے
ایسا قول اختیار کرے جس کی دلیل قوی تر اور علت
قیاس سے زیادہ موافق اور لوگونکے حق مین نرم تر ہو اور اسی
وجہ سے علماء حنفیہ کی بہت جماعتون نے آب مستعمل کے
پاک ہونے کے باب مین امام محمدؒ کے قول پر فتوی دیا ہی اور
اول وقت عصر اور عشا کے بارہ مین اور بٹائی پر کھیتی کے
جائز ہونیمین صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہی اور ان
حنفی فقہا کی کتابین اس سے بھری ہین نقلون کے
لکھنے کی حاجت نہین - اور ایسا ہی حال مذہب شافعی
مین ہی چنانچہ منہاج وغیرہ کے فرائض یعنی بیان
میراث مین لکھا ہی کہ اصل مذہب شافعی یہ ہی کہ ذوی
الارحام کو وارث نکیا جائے یعنے اگر اہل فرض
اور عصبات نہون تو ترکہ بیت المال مین دیا جاوے
لیکن متاخرین نے فتوے دیا ہے کہ جب بیت المال کا
انتظام نہو تو ذوی الارحام کو وارث کرین - اور ابن
زیاد فقیہ یمن نے اپنے فتاوی مین چند مسئلہ ایسے
نقل کیئے ہین جنمین متاخرین نے مذہب شافعی کے خلاف
فتوے دیا ہی ایک اُنمین سے پیسون کا ادا کرنا ہی اُس
زکوٰۃ مین جو سیم و زر اور اسباب تجارت مین فرض
ہوئی ہو بلقینی نے اس کے جائز ہونے کا فتوی دیا

وقال اعتقد جوازه ولكنه مخالف لمذهب الشافعي رح وتبع البلقيني في ذلك البخاري ومنها دفع الزكوة الى الاشراف العلويين افتى الامام فخر الدين الرازي بجوازه في هذه الازمنة حين منعوا اسهمهم من بيت المال وضرهم الفقر ومنها بيع النحل في الكوارات مع ما فيها من شمع وغيره اجاب البلقيني بالجواز ونقل ابن زياد عن الامام بن عجيل انه قال ثلث مسائل في الزكوة يفتى فيها بخلاف المذهب نقل الزكوة ودفع الزكوة الى واحد ودفعها الى احد الاصناف اقول وعندي في ذلك رأى وهو ان المفتي في مذهب الشافعي رح سواء كان مجتهداً في المذهب او متبحراً فيه اذا احتاج في مسئلة الى غير مذهبه فعليه بمذهب احمد رح فانه اجل اصحاب الشافعي رح علما وديانة ومذهبه عند التحقيق مزج لمذهب الشافعي ووجه من وجوهه والله اعلم

اور کہا کہ مین اُس کو درست اعتقاد کرتا ہون لیکن یہ مسئلہ مخالف ہے مذہب شافعی رح کے اور اس مین بلقینی نے بخاری کا ساتھ دیا ہے ۔ اور ایک مسئلہ مال زکوٰۃ کا سادات علوی یعنی اولاد علی کو جو بطن فاطمہ زہرا سے ہون دینا ہے کہ امام فخر الدین رازی نے ان وقتون مین اُس کے جائز ہونیکا فتوی دیا جب سادات کو بیت المال مین کا سہام روکدیا گیا اور انکو فقر نے تکلیف دی ۔ اور ایک مسئلہ شہد کی مکھی کو چھال مین معہ موم وغیرہ کے فروخت کرنا ہے کہ بلقینی نے اسکے جواز کا حکم دیا ۔ اور ابن زیاد نے امام ابن عجیل سے نقل کیا ہے کہ اُنھون نے کہا کہ تین مسئلے زکوٰۃ مین ایسے ہین جن مین مذہب کے خلاف فتوی دیا جاتا ہے اول زکوۃ کو دوسرے شہر مین لیجانا دوم زکوۃ ایک شخص کو دینی سوم زکوۃ صرف ایک صنف مصرف کو حوالہ کرنی ۔ مین کہتا ہون کہ میرے نزدیک ایک اور تجویز اس باب مین ہے اور وہ یہ کہ فتوی دینے والا مذہب شافعی مین خواہ مجتہد فی المذہب ہے یا علامہ متبحر جب کسی مسئلہ مین حاجتمند دوسرے مذہب کا ہو تو اُسکو امام احمد کا مذہب اختیار کرنا چاہیئے کہ وہ علم اور دیانت مین امام شافعی کے بڑے ذی شان شاگردون مین ہین اور اُن کا مذہب تحقیق کرنے سے امام شافعی کے مذہب کی ایک شاخ ہے اور اُنھین کے مذہب کی صورتون مین سے ایک صورت ہے واللہ اعلم ۔

فصل في المتبحر في المذهب وهو الحافظ لكتب مذهبه وفيه مسائل * *

مسئلة

من شرطه ان يكون صحيح الفهم عارفا بالعربية واساليب الكلام ومراتب الترجيح متفطنا لمعاني كلامهم لا يخفى عليه غالبا تقييد ما يكون مطلقا في الظاهر والمراد منه المقيد واطلاق ما يكون مقيدا في الظاهر والمراد منه المطلق نبه على ذلك ابن نجيم في البحر الرائق ويجب عليه ان لا يفتي الا باحد وجهين اما ان يكون عنده طريق صحيح متصل الى امامه او يكون المسئلة في كتاب مشهور تداولته الايدي في النهر الفائق في كتاب القضاء طريق نقل المفتي المقلد عن المجتهد احد امرين اما ان يكون له سند اليه او ياخذ من كتاب معروف تداولته الايدي نحو كتب محمد بن الحسن ونحوها من التصانيف المشهورة للمجتهدين لانه بمنزلة الخبر المتواتر او المشهور هكذا ذكر الرازي فعلى هذا لو وجد بعض نسخ النوادر في زماننا لا يحل عزو ما فيها

تیسری فصل ۔ مذہب مین علامہ کے بیان مین جو اپنے مذہب کی کتابون کا حافظ ہو اور اس فصل مین پانچ مسئلے ہین ۔

مسئلہ اول ۔ ایسے عالم کی ایک شرط یہ ہے کہ سمجھ کا ٹھیک ہو اور زبان عربی اور کلام کے طریقون اور ترجیح کے مراتب سے واقف اور عرب کی تقریر کے معانی کو جلد سمجھتا ہو اُس پر اکثر مخفی نہ رہتا ہو وہ لفظ جو ظاہر مین مطلق ہو اور مقید مراد لیا جاوے اور جو ظاہر مین مقید ہو اور اُس سے مطلق مقصود ہو ابن نجیم نے بحر الرائق مین اس شرط پر تنبیہ کی ہے اور ایسے عالم پر واجب ہے کہ فتوی صرف دو صورتون سے دیوے یا تو اُسکے پاس سند صحیح قابل اعتماد اُسکے امام تک اس مسئلہ مین موجود ہو یا مسئلہ مذکور کسی کتاب مشہور المروج مین مسطور ہو ۔ نہر الفائق کے کتاب القضا مین ہے کہ مفتی مقلد جو مجتہد کا قول نقل کرے اُس کا طریقہ دو صورتون مین سے ایک طرح پر ہوتا ہے یا اُس کے پاس اُسکے قول کی سند مجتہد تک ہو یا اُس قول کو کسی کتاب معروف اور مروج سے لے جیسے کتابین امام محمد کی اور اُن جیسی اور مشہور تصنیفین مجتہدون کی ہین کیونکہ ان کتابون مین ہونا بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہے اور ایسا ہی امام رازی نے بیان کیا ہے تو اس تقدیر پر اگر کوئی نسخہ نوادر کا ہمارے زمانہ مین ملے تو اُس مین کے قول کو

الی محمد ولا الی ابی یوسف رح لانها
لم تشتهر فی عصرنا فی دیارنا ولم تتداول
نعم اذا وجد النقل عن النوادر مثلاً
فی کتاب مشهور معروف کالهدایة
والمبسوط کان ذلک تعویلاً علی
ذلک الکتاب انتهی وفی فتاوی القنیة
فی باب ما یتعلق بالمفتی ان ما یوجد
من کلام رجل ومذهبه فی کتاب
معروف وقد تداولته الایدی فانه
جاز لمن نظر فیه ان یقول قال فلان
او فلان کذا وان لم یسمعه من احد نحو کتب محمد بن
الحسن رح وموطا مالک رح ونحوهما من الکتب المصنفة
فی اصناف العلوم لان وجود ذلک علی هذا الوصف
بمنزلة الخبر المتواتر والاستفاضة فلا یحتاج مثله الی الاسناد
مسئلة اذا وجد المتبحر فی المذهب حدیثاً
صحیحاً یخالف مذهبه فهل له ان
یاخذ بالحدیث ویترک مذهبه فی تلک
المسئلة فی هذه المسئلة بحث طویل واطال
فیها صاحب خزانة الروایات نقلاً عن دستور المساکین
فلنورد کلامه من ذلک بعینه فان قیل
لو کان المقلد غیر المجتهد عالماً مستدلاً یعرف
قواعد الاصول ومعانی
النصوص والاخبار

امام محمد اور امام ابو یوسف کیطرف منسوب کے نا درست
ہوگا کیونکہ نوادر نہ ہمارے زمانہ میں مشہور ہوئی نہ
لوگوں میں مروج ہان اگر نوادر کا کوئی قول مثلاً کسی کتاب
مشہور اور مروج میں مثل ہدایہ و مبسوط کے منقول ہے
تو اُس کتاب پر اعتماد ہوگا تمام ہوا قول نہر الفائق کا
اور فتاوی قنیہ کے باب ما یتعلق بالمفتی میں ہے کہ جو کلام کسی
شخص کا یا اُسکا مذہب کسی کتاب مشہور میں ہے جو لوگوں میں
رائج ہو رہی ہے تو اُس شخص کو جو کتاب مذکور میں نظر
ڈالے یہ کہنا درست ہے کہ فلان نے یا فلان نے ایسا
کہا ہے اگرچہ اُس قول کو کسی سے نہ سنا ہو جیسے کتابیں
امام محمد کی اور موطا امام مالک کی اور ان جیسی اور
کتابیں ہیں کہ اقسام علوم میں تصنیف ہوئی ہیں کیونکہ
اُس کلام کا اِس صفت پر پایا جانا بمنزلہ خبر متواتر اور
مشہور کے ہے ایسا کلام سند کا حاجتمند نہیں ہے
دوسرا مسئلہ۔ جب ماہر در مذہب کوئی حدیث
صحیح پاوے کہ اُس کے مذہب کے مخالف ہے تو آیا اُسکو
جائز ہے کہ حدیث پر عمل کرے اور اِس مسئلہ خاص
میں اپنا مذہب چھوڑ دے اِس سوال میں بڑی تقریر
اور خزانة الروایات کے مؤلف نے دستور المساکین سے نقل
کرکے اُسکو طول دیا ہے ہم اُسمیں سے اُسکا کچھ کلام بجنسہ
بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اگر سوال کیا جاے کہ اگر
مجتہد تو نہو مگر عالم استدلال کرنیوالا ہو کہ اُصول کے
قواعد اور نصوص اور اخبار کے معانی جانتا ہو

اهل یجوز ان یعمل علیها وکیف یجوز وقد
قیل لا یجوز لغیر المجتهد ان یعمل الا
علی روایات مذهبه وفتاوی امامه ولا
یشتغل بمعانی النصوص والاخبار والعمل
علیها کالعامی قیل هذا فی العامی
الصرف الجاهل الذی لا یعرف
معانی النصوص والاحادیث وتاویلاتها
اما العالم الذی یعرف النصوص
والاخبار وهو من اهل الدرایة
وثبت عنده صحتها من المحدثین
او من کتبهم الموثوقة المشهورة المتداولة
یجوز له ان یعمل علیها
وان کان مخالفاً لمذهبهم
یؤیده قول ابی حنیفة ومحمد
والشافعی واصحابه رحمه الله
وقول صاحب الهدایة فی روضة
العلماء الزندویسیة فی فضل
الصحابة سئل عن ابی حنیفة رحمة
الله علیه اذا قلت قولاً وکتاب الله
یخالفه قال اترکوا قولی بکتاب
الله فقیل اذا کان خبر الرسول صلی الله
علیه واله وسلم یخالفه قال اترکوا قولی بخبر رسول
الله صلی الله علیه وسلم فقیل اذا کان قول الصحابة

تو آیا ایسے مقلد کو درست ہے کہ حدیث پر عمل کرے اور
مقلد کو جائز کیسے ہوگا کہ علما کہہ چکے ہیں کہ غیر مجتہد کو
درست نہیں کہ بجز روایات اپنے مذہب اور فتووں
اپنے امام کے کسی اور پر عمل کرے اور نہ یہ درست ہے کہ
نصوص اور اخبار کے معانی میں اور اُنکے بموجب
عمل کرنے میں مشغول ہو جیسے عامی کو یہ باتیں درست
نہیں اس سوال کا جواب بعض نے یہ دیا ہے کہ اپنے مذہب
اور امام کی روایات پر پابند رہنے کا حکم اُس عامی
کے بارہ میں ہے کہ محض جاہل اور نصوص اور اخبار کے معانی
اور اُن کے تاویلوں سے ناواقف ہو باقی رہا وہ عالم کہ
نصوص اور اخبار سے واقف اور صاحب انس ہو اور
اُس کے نزدیک صحت حدیث کی محدثوں سے یا اُن کی
کتابوں معتمد اور مشہور اور مروج سے ثابت ہوئی ہو تو
اُس کو جائز ہے کہ اس حدیث پر عمل کرے اگرچہ اُنکے
مذاہب کے مخالف ہو اس کا مؤید قول امام ابو حنیفہ
اور محمد اور امام شافعی اور اُن کے ہمراہیوں کا اور
قول صاحب ہدایہ کا روضة العلماء زندویسیہ کے فضل
صحابہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا گیا کہ
جب تم کوئی قول کہو اور قرآن اُس کے مخالف ہو
امام نے کہا کہ میرا قول چھوڑ دو قرآن کے مقابل
پوچھا گیا کہ جب خبر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی
مخالف تمہارے قول کے ہو کہا کہ حدیث کے مقابل
بھی میرا قول ترک کرو پھر پوچھا گیا کہ اگر قول صحابہ کا

يخالفه قال اتركوا قولي بقول الصحابة
وفي الاقناع روى البيهقي في السنن
عند الكلام على القراءة بسنده
قال قال الشافعي رح اذا قلت قولا
وكان النبي صلى الله عليه وآله وسلم
قال خلاف قولي فما يصح من حديث
النبي صلى الله عليه وآله وسلم
اولى فلا تقلدوني ونقل امام الحرمين
في نهايته عن الشافعي رح انه قال
اذا بلغكم خبر صحيح يخالف مذهبي
فاتبعوه واعلموا انه مذهبي وقد صح
منصوصا انه قال اذا بلغكم عني
مذهب وصح عندكم خبر على
مخالفته فاعلموا ان مذهبي موجب
الخبر وروى الخطيب باسناده
ان الداركي من الشافعية كان
يستفتى وربما يفتي بغير
مذهب الشافعي رح وابي حنيفة
رحمه الله فيقال له هذا
يخالف قولهما
فيقول ويلكم حدث
فلان عن فلان عن النبي
صلى الله عليه وآله وسلم هكذا

اُس کے مخالف ہو کہا کہ میرے قول کو صحابہ کے قول
کے مقابل بھی چھوڑ دو۔ اور اقناع مین ہے کہ
بیہقی نے سنن مین قرارت کے ذکر کے قریب اپنی
سند سے روایت کیا ہے کہ راوی نے بیان کیا کہ
امام شافعی رح نے کہا ہے کہ جب مین کوئی قول کہون
اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے قول کے خلاف
فرمایا ہو تو جو حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے پایہ صحت
کو پہونچے وہ بہتر ہے اس صورت مین تم میری تقلید نکرنا
اور امام الحرمین نے اپنے نہایہ مین امام شافعی سے
نقل کیا ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ جب تمکو کوئی حدیث
ایسی پہونچے کہ میرے مذہب کے مخالف ہو تو اُس حدیث
کا اتباع کرنا اور اُس حدیث کو میرا مذہب جاننا۔ اور
یہ بھی مصرح ثابت ہوا ہی کہ اُنھون نے کہا ہی کہ جب
تمکو میرا مذہب کسی مسئلہ مین پہونچے اور تمھارے عندیہ
مین کوئی حدیث صحیح اُس کے مخالف ثابت ہو تو جان
لیجو کہ میرا مذہب حدیث مذکور ہی کا مضمون ہی۔ اور خطیب
نے اپنی اسناد سے روایت کیا ہی کہ دارکی شافعی
المذہب سے لوگ فتوی پوچھا کرتے تھے اور وہ بعض
اوقات ایسا فتوی دیتے کہ نہ شافعی کے مذہب کا ہو
نہ ابو حنیفہ کے مذہب کا تو لوگ اُن سے کہتے کہ یہ حکم مخالف
ہے دونون اماموں کے قول کے وہ جواب دیتے کہ تمھارا
برا ہو فلان راوی نے فلان صحابی سے اور اُس نے
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی روایت کیا ہے

والاخذ بالحديث اولى من الاخذ
بقولهما اذا خالفاه وكذا يؤيده
ما ذكر في الهداية في مسئلة
صوم المحتجم لو احتجم وظن ان ذلك
يفطره ثم اكل متعمدا عليه القضاء
والكفارة لان الظن ما استند الى
دليل شرعي الا اذا افتاه فقيه
بالفساد لان الفتوى دليل شرعي
في حقه ولو بلغه الحديث واعتمده
فكذلك عند محمد رح لان قول
الرسول صلى الله عليه وآله
وسلم
لا ينزل عن قول المفتي
في الكافي والحميدي
اي لا يكون ادنى درجة
من قول المفتي وقول المفتي
يصلح دليلا شرعيا
فقول الرسول صلى الله عليه
وآله وسلم اولى وعن
ابي يوسف رح خلاف
ذلك لان على العامي
الاقتداء
بالفقهاء

اور حدیث کا حکم ماننا بہتر ہے دونون اماموں کے قول
کو اختیار کرنے سے جس صورت مین کہ دونون نے خلاف
حدیث کہا ہو۔ اور اسی طرح عالم کو عمل بالحدیث
مخالف اپنے مذہب کے کرنیکا مؤید وہ ذکر ہے جو ہدایہ
مین پچھنے لگوانے والے کے روزہ کے مسئلہ مین لکھا ہے
کہ اگر کسی نے پچھنے لگوائے اور گمان کیا کہ اس فعل سے
اُسکا روزہ جاتا رہا پھر جان بوجھکر کھانا کھا لیا تو اُسپر
روزہ کی قضا اور کفارہ دونون لازم آئینگے کیونکہ
گمان وہی معتبر ہے جسکی سند کوئی شرعی دلیل ہو مگر
جس صورت مین کہ روزہ دار کو کسی فقیہ نے روزہ
کے ٹوٹ جانیکا فتوے دیا ہو تو کفارہ نہوگا اس لیے
فتوے دلیل شرعی موجود ہے اُس کے حق مین اور
اگر اُس کو اس باب مین حدیث ملی اور اُس نے حدیث
پر اعتماد کرکے روزہ کا جانا معلوم کیا تب بھی امام
محمد کے نزدیک اُس پر کفارہ نہوگا کیونکہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم کا قول مفتی کے قول سے
کم رتبہ نہین کافی اور حمیدی مین ہے کہ
اس کے یہ معنے کہ آپ کا ارشاد مفتی کے فتوے سے
درجہ مین کمتر نہوگا اور چونکہ مفتی کا قول دلیل
شرعی ہونے کی لیاقت رکھتا ہے تو ارشاد
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا بطریق اولے دلیل
شرعی ہوگا اور امام ابو یوسف سے اسکا خلاف
منقول ہی کیونکہ عامی پر فقہا کا اقتدا کرنا واجب ہے

لعدم الاهتداء فی حقه الی معرفة
الاحادیث وان عرف تاویله
یجب علیه الکفارة وفی المناوی
بالاتفاق واما الجواب عن قول
ابیوسف رح ان للعامی الاقتداء
بالفقهاء فمحمول علی العامی
الصرف الجاهل الذی لایعرف
معنی الاحادیث وتاویلاتها
لانه اشار الیه بقوله لعدم الاهتداء
فی حقه الی معرفة الاحادیث وکذا
قوله وان عرف العامی
تاویله تجب الکفارة یشیر الی
ان المراد من العامی غیر العالم وفی الحمیدی
العامی منسوب الی العامة وهم الجهال فعلم
من هذه الاشارات ان مراد ابی یوسف رح ایضا
من العامی الجاهل الذی لایعرف معنی النص وتاویله
وفیما ذکر من قول ابی حنیفة والشافعی ومحمد رح
یندفع قول القائل یجب العمل بالروایة بخلاف
النص انتهی مانقلناه من خزانة الروایات وفی المسئلة
قول آخر وهو انه اذا لم یجمع آلات الاجتهاد لایجوز له
العمل علی الحدیث بخلاف مذهبه لانه لایدری انه
منسوخ او ماول او محکم محمول علی ظاهره وقال الی
هذا القول ابن الحاجب فی مختصره وتابعوه

بوجہ راہ نملنے شناخت حدیث کے اُسُ کے حق مین اور
اگر معنے معتبر اُس حدیث کے جانتا ہوگا تو اُسپر کفارہ
واجب ہوگا اور مناوی مین ہے کہ یہ مسئلہ بالاتفاق
ہے اور امام ابو یوسف کے اس قول کیطرف سے جواب کہ
عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیے یہ ہے کہ یہ قول محمول اس عامی
محض اور جاہل پر ہی جو معنی احادیث کے اور انکی تاویلین
نجانتا ہو کیونکہ خود اُنھون نے اسکی طرف اشارہ کیا ہی
اپنے اس قول مین کہ بوجہ راہ نملنے شناخت حدیث کی
اُسکے حق مین اور اسی طرح اُنکا یہ قول کہ اگر حدیث کی
معنی معتبر جانیگا تو کفارہ واجب ہوگا اشارہ کرتا ہی اس
بات کا کہ مراد عامی سے وہی ہی جو عالم نہو۔ اور حمیدی
مین ہی کہ عامی منسوب ہی عامہ کیطرف جو جاہل ہوتے
ہین تو ان اشارات سے معلوم ہوا کہ مراد ابو یوسف
کی عامی سے وہ جاہل ہے کہ نص کے معنے اور تاویل
نجانتا ہو اور اقوال ابو حنیفہ اور شافعی اور محمد کے جو
مذکور ہوئے اُنسے کہنے والے کا یہ قول دفع ہوا کہ روایت
مذہب پر عمل کرنا واجب ہی جو مخالف نص کے ہو تمام
ہوئی وہ عبارت جو ہم نے خزانۃ الروایات سے نقل کی
اور اس مسئلہ مین ایک اور قول بھی ہی وہ یہ کہ جب عالم آلات
اجتہاد کے نرکھتا ہو تو اسکو اپنے مذہب کے خلاف حدیث پر عمل
کرنا درست نہین کیونکہ اُس کو معلوم نہین کہ حدیث منسوخ
ہے یا ماؤل یا محکم ہے اپنے ظاہر معنے پر محمول اور ابن حاجب
نے اپنی مختصر مین اور اُسکے تابعین نے اسی قول کو پسند کیا ہے

و ایضا له ان اراد عدم التیقن بنفی
هذه الاحتمالات فالمجتهد ایضا لایحصل
له الیقین بذلک وانما یبنی اکثر امره
علی غالب الظن وان اراد انه لایدری
ذلک بغالب الرأی منعناه فی صورة
النزاع لان المتبحر فی المذهب المتتبع
لکتب القوم الحافظ من الحدیث والفقه
جملة صالحة کثیرا ما یحصل
له غالب الظن بان الحدیث
غیر منسوخ ولا ماول بتاویل
یجب القول به وانما البحث
فیما حصل له ذلک والمختار ههنا
هو قول ثالث
وهو ما اختاره ابن الصلاح
وتبعه النووی وصححه قال
ابن الصلاح من وجد من الشافعیة
حدیثا یخالف مذهبه نظر
ان کملت له آلة الاجتهاد
مطلقا او فی ذلک الباب والمسئلة
کان له الاستقلال
بالعمل به وان لم یکمل
وشق مخالفة الحدیث

بعد ان یبحث

اور یہ قول رد کیا گیا ہے اس طرح کہ حدیث کا حال
معلوم نہونے سے اگر یہ غرض ہے کہ منسوخ وغیرہ
نہونے کے حال پر اُس کو یقین نہو تو یقین ان امور کا
تو مجتہد کو بھی نہین ہوتا بلکہ وہ اکثر اپنے اجتہاد کو
گمان غالب پر مبنی کرتا ہے اور اگر قائل نے یہ
ارادہ کیا ہے کہ غالب رائے سے نہین جانتا تو
اس کو ہم صورت متنازعہ مین نہین مانتے کیونکہ جو
شخص نہایت ماہر مذہب مین ہو اور قوم کی کتابین
دیکھتا رہے اور حدیث وفقہ کی مقدار شائستہ
یاد رکھتا ہو تو اُس کو اکثر گمان غالب ہوجاتا ہے
اسبات کا کہ حدیث نہ منسوخ ہے اور نہ ماول
ایسی تاویل سے کہ اُس تاویل کا قائل ہونا واجب
ہو علاوہ ازین گفتگو اُسی صورت مین ہی کہ ماہر در مذہب
کو یہ ظن حاصل ہوچکا ہو۔ اور یہان ایک تیسرا
قول ہے جس کو ابن صلاح نے پسند کیا اور نووی
نے اُس کا ساتھ دیا اور اس قول کو صحیح کیا
ہے ابن صلاح نے کہا کہ جو شخص شافعیون مین
سے کوئی حدیث اپنے مذہب کے مخالف پاوے
تو دیکھا جاوے کہ اگر اُسمین استعداد اجتہاد مطلق
کی پوری ہو یا اُسی خاص باب اور مسئلہ مین اجتہاد
کامل رکھتا ہو تو اسکو عمل کرنا اس حدیث پر بطور
خود جائز ہوگا اور اگر مایہ استعداد کامل نہین ہے
اور حدیث کی مخالفت اُسپر دشوار ہی بعد اسکے کہ تفحص کر چکا

فلم يجد لمخالفته جوابا شافيا عنه
فله العمل به ان كان عمل به امام مستقل
غير الشافعيؒ ويكون هذا عذرًا
في ترك مذهب امامه
هٰهنا

وحسّنه النوويؒ وقرّره
مسئلة اذا اراد هذا المتبحّر
في المذهب ان يعمل في مسئلة بخلاف
مذهب امامه مقلدا فيها لامام
آخر هل يجوز له ذلك
اختلفوا فيه فمنعه الغزاليؒ
وشرذمة وهو قول ضعيفٌ
عند الجمهور لانّ مبناه على انّ الانسان
يجب عليه ان يأخذ بالدّليل
فاذا فات ذلك لجهله بالدليل
اقمنا اعتقاد افضليّة امامه
مقام الدّليل فلا يجوز له ان يخرج
من مذهبه كما لا يجوز له ان
يخالف الدّليل الشرعيّ وردّ بان اعتقاد
افضليّة الامام
على سائر الأئمة مطلقا غير
لازم في صحّة التقليد اجماعا لانّ
الصحابة والتابعين كانوا يعتقدون

اور حدیث کی مخالفت کرنے کا کوئی جواب شافی ا[ما]
طرف سے نپایا تو اُس کو عمل کرنا اُس حدیث پر ا[س]
شرط سے روا ہی کہ کسی امام مستقل نے امام شافعی
سوا اُس پر عمل کیا ہو اور یہ امر اُسکو اپنے امام کے
مذہب چھوڑنیکا اس مقام پر عذر ہوگا اور اس [قو]
کو نوویؒ نے اچھا کہا ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے
تیسرا مسئلہ۔ جب ایسا مذہب مین علامہ یون
چاہے کہ کسی مسئلہ مین دوسرے امام کی تقلید کر
اپنے امام کے مذہب کے خلاف عمل کرے تو سوال
یہ ہے کہ یہ امر اسکو جائز ہے یا نہین اس کے
جواب مین علمانے اختلاف کیا ہے امام غزالی
اور چند علمانے اُسکو ناجائز کہا ہے اور جمہور کے
نزدیک عدم جواز قول ضعیف ہی اسلیے کہ بنا اُسکی
اثبات پر ہے کہ آدمی پر دلیل کے ساتھ مذہب اختیار
کرنا واجب ہی اور جب دلیل کے نہ معلوم ہونے ت[و]
اختیار مذہب فوت ہوگیا تو ہمنے اُسکے امام کے افضل
ہونیکے اعتقاد کو قائم مقام دلیل کے ٹھیرایا اس لیے
اُسکو درست نہین کہ اپنے مذہب سے نکلے جیسے یہ درست
نہین کہ دلیل شرعی کے خلاف کرے اور یہ حجت اس
طرح پر رد کی گئی ہے کہ امام کے افضل ہونے کا
اعتقاد مطلقاً سب اماموں پر تقلید کے درست
ہونے مین بالاتفاق ضروری نہین اس لیے
کہ صحابہ اور تابعین یہ اعتقاد رکھتے تھے

انّ خير هذه الامة ابو بكر رضؓ ثمّ عمر رضؓ
وكانوا يقلدون في كثير
من المسائل غيرهما
خلاف قولهما ولم ينكر
على ذلك احد فكان اجماعا
على ما قلناه واما افضليّة قوله
في هذه المسئلة فلا سبيل
الى معرفتها للمقلد الصرف
فلا يجوز ان يكون شرطا
للتقليد اذ يلزم ان لا يصحّ تقليد
جمهور المقلدين ولو سلّم
في مسئلتنا هذه هذا
الحكم لا لكم لانّه كثيرا
ما يطّلع على حديث يخالف مذهب
امامه او يجد قياسا قويّا
يخالف مذهبه
فيعتقد الافضليّة في تلك
المسئلة لغيره وذهب
الاكثرون الى جوازه
منهم الآمدي وابن
الحاجب وابن
الهمّام

کہ اس اُمت کے سب سے افضل ابوبکر صدیقؓ
پھر عمر فاروقؓ ہین حالانکہ بہت سے مسائل
مین ان دونون کے قول کے خلاف دوسرون
کے قول کی تقلید کرتے تھے اور اس بات
پر کسی نے انکار نہین کیا تو جس بات کو
ہم نے بیان کیا اُسپر اجماع ثابت ہوا
رہا امام کے قول کا افضل ہونا اس خاص
مسئلہ مین تو اُس کے پہچاننے کی سبیل
نرے مقلد کو کچھ نہین پس یہ بات تقلید کی
شرط بھی نہین ہو سکتی کیونکہ اس سے لازم
آتا ہے کہ عام مقلدون کی تقلید درست
نہو اور اگر بالفرض اس شرط کو مان بھی
لین تو ہمارے اس مسئلہ مین یہ تم ہی پر
پڑیگی تم کو کچھ مفید نہوگی کیونکہ ایسا عالم
اکثر ایسی حدیث پر آگاہ ہوتا ہے کہ اُس کے
امام کے مذہب کے مخالف ہو یا کوئی
قیاس قوی مخالف اُس کے مذہب کے
پاتا ہے تو اس صورت مین افضل ہونا
دوسرے کے قول کا اس مسئلہ مین اعتقاد
کر لیتا ہے۔ اور اکثر علما اسطرف گئے ہین
کہ ایسے عالم کو اپنے امام کے مذہب کے
خلاف عمل کرنا درست ہے ان مجوزین
مین سے آمدی اور ابن حاجب اور ابن ہمام

والنووی واتباعه کابن حجر
والرملی وجماعات من الحنابلة
والمالکیة ممن یفضی
ذکر اسمائهم الی التطویل و
هو الذی اتفق علیه الاتفاق
من مفتی المذاهب الاربعة
من المتأخرین واستخرجوه
من کلام اوائلهم ولهم
رسائل مستقلة فی هذه المسئلة
الا انهم اختلفوا فی شرط جوازه
فمنهم من قال لا یرجع فیما قلد اتفاقاً
فسره ابن الهمام فقال ای عمل
به واختلف الشراح فی معنی هذه
الکلمة فقیل فیما عمل
به بخصوصه بان یقضی تلك
الصلوة الواقعة علی المذهب الاول
مثلا وهو الصحیح الذی لا یتجه
غیره عند التحقیق وقیل
بجنسه ورد بانه لیس اتفاقیاً
بل اکثر ما روی عن
السلف هو العمل بخلاف
المذهب فیما
کانوا یعملون به

اور نووی اور اُس کے تابعین مثل ابن حجر اور رملی کے
اور بہت جماعتین حنبلیون اور مالکیون مین سے
ہین جن کے نامون کا ذکر کرنا نوبت بطول پہونچاتا
ہے اور اسی جواز پر اتفاق چارون مذہب کے
مفتیون کا متاخرین مین سے ہو گیا ہے اور
اُنھون نے اس جواز کو پہلون کے کلام سے
نکالا ہے اور اس مسئلہ مین جداگانہ رسالے
تالیف کیئے ہین مگر عمل بخلاف مذہب کے جائز
ہونے کی شرط مین اختلاف کیا ہے بعضون
نے تو یہ کہا ہے کہ جس مین تقلید کر چکا اُس مین
بالاتفاق رجوع نہ کرے ابن ہمام نے اسکی تفسیر
یہ کی کہ جس مین عمل کر لیا شرح کرنے والے
ابن ہمام کے اس لفظ کے معنے مین اختلاف
رکھتے ہین کسی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ جس عمل
خاص کو کر لیا ہو اُس مین رجوع نہ کرے اسطرح
کہ مثلا جو نمازین کہ پہلے مذہب پر ہوئی تھین
اُن کو قضا کرنے لگے اور یہ قول ایسا صحیح ہے
کہ تحقیق کے وقت دوسرا قول نہین بنتا۔
اور کسی نے کہا کہ یہ غرض ہے کہ جس عمل کی جنس
کر لی ہو اُس مین رجوع نہ کرے اور یہ قول رد کیا
گیا ہے اس طرح کہ یہ امر بالاتفاق نہین بلکہ سلف
سے جو اکثر مروی ہے عمل کرنا مذہب کے خلاف
اُنھین صورتون مین ہے جن پر وہ عمل کرتے تھے

ومنهم من قال لا یلتقط الرخص
فقیل یعنی ما سهل علیه
وتقدیر بان النبی صلی الله علیه
واله وسلم کان اذا خیر
اختار اهون الامرین ما لم
یکن اثما وقیل ما لا یقوی به
الدلیل بل الدلیل الصحیح
الصریح قائم بخلافه مثل
المتعة والصرف وهذا وجه
وجیه وجدت فی کتاب
التلخیص فی تخریج احادیث
الرافعی للحافظ ابن حجر
العسقلانی فی کتاب
النکاح منه نقلا عن
الحاکم فی کتاب
علوم الحدیث باسناده
الی الاوزاعی قال یجتنب
او یترك من قول اهل
الحجاز خمس ومن قول
اهل العراق خمس من اقوال اهل
الحجاز استماع الملاهی والمتعة واتیان
النساء فی ادبارهن والصرف والجمع
بین الصلوتین بغیر عذر

اور بعضون نے یہ کہا ہے کہ جواز کی شرط
یہ ہے کہ رخصتون کو نہ چھانٹے کسی نے
رخصتون سے مراد یہ کہی ہے کہ جو اعمال
اُس پر آسان ہون اور یہ مراد لینا اِس
طرح رد کیا گیا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
کا دستور تھا کہ جب آپ کو دو چیزون کا
اختیار ملتا تو آپ دونون مین سے زیادہ
آسان کو پسند کرتے بشرطیکہ وہ گناہ نہوتی
اور کسی نے مراد رخصت سے یہ لی کہ جسکی
تقویت دلیل نہ کرے بلکہ دلیل صحیح اور
صریح اُسکے خلاف پر قائم ہو جیسے متعہ اور
بیع صرف کو جائز کہنا اور یہ ایک عمدہ وجہ
ہے۔ مینے کتاب تخلیص مولفہ حافظ ابن حجر
عسقلانی کی جو درباره بیان اسناد حدیث
رافعی کے ہے کتاب النکاح مین حاکم کی کتاب
علوم الحدیث سے منقول یہ مضمون دیکھا ہے
جسکی سند حاکم نے اوزاعی تک کی ہے کہ انھون
نے کہا کہ اہل حجاز کی پانچ باتون سے اور اہل
عراق کی پانچ باتون سے کنارہ کیا جاوے یا
اُنکو ترک کیا جاوے اہل حجاز کے پانچ قول
یہ ہین آلات لہو کا سننا متعہ کرنا عورتون
کے مقام پاخانہ مین صحبت کرنا بیع صرف
کرنا دو نمازون کو بلا عذر ایک ساتھ پڑھنا

ومن قول اهل العراق شرب النبيذ و
تاخير العصر حتى يكون ظل الشئ
اربعة امثاله ولا جمعة الا فى سبعة
امصار والفرار من الزحف والاكل
بعد الفجر فى رمضان ثم قال ابن
حجر وروى عبد الرزاق عن معمر
لو ان رجلا اخذ بقول اهل المدينة
فى استماع الغناء واتيان النساء فى
ادبارهن وبقول اهل مكة
فى المتعة والصرف وبقول اهل الكوفة فى
المسكر كان شر عباد الله ومنهم
من قال لا يلفق بحيث يتركب
حقيقة ممتنعة عند الامامين قيل
الممنوع ان يتركب حقيقة ممتنعة
فى مسئلة واحدة مثل الوضوء بلا ترتيب
ثم خرج منه الدم السائل او فى مسئلتين
كما اذا طهر الثوب بمذهب الشافعى وصلى
بمذهب ابى حنيفة ويتجه ان يقال فيه
بحث لانه ان كان المقصود من هذا
القيد ان لا يخرج مجموع ما انحله من
الاتفاق فهو حاصل فى مسئلتين
ايضا وان كان المقصود ان لا يخرج هذه
المسئلة وحدها من الاجماع

اور اہل عراق کے پانچ قول یہ ہین نبیذ کا پینا نماز عصر
مین اتنی تاخیر کہ چیز کا سایہ اُس کا چہار چند ہو جاوے
جمعہ کا بجز سات شہرون کے دوسری جگہ نہونا صف جہاد
سے بھاگ جانا رمضان شریف مین فجر کے بعد کھانا۔
پھر ابن حجر نے کہا کہ عبد الرزاق نے معمر سے روایت
کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے راگ سننے کے بارہ مین اور
عورتون سے پشت کیجانب صحبت کرنمین مدینہ والونکا
قول اختیار کیا اور متعہ اور بیع صرف کرنمین مکہ والونکا
اور نشہ آور چیز کے پینے مین کوفہ والون کا قول لیا تو ایسا
آدمی بدترین بندگان خدا ہوگا۔ اور بعض نے عمل
خلاف مذہب کے جواز کی شرط یہ بیان کی ہے کہ عمل کنندہ
تلفیق نکرے یعنے ایسی طرح درہم برہم نکرے کہ دونون
امامون کے نزدیک ایک ناممکن صورت بنجاوے
بعض نے کہا کہ ناجائز وہ تلفیق ہے کہ ایک ہی مسئلہ
مین ناممکن صورت بنجاوے مثلاً وضو بے ترتیب کی پھر
اُس کے بدن سے بہتا ہوا خون نکل آیا یا دو مسئلون مین
ناجائز نہین مثلاً کپڑے کو امام شافعی کے مذہب کے
بموجب پاک کیا اور نماز ابو حنیفہ کے مذہب پر پڑہی
اور ہو سکتا ہے کہ کہا جاوے کہ اس قول مین کلام
ہے کیونکہ تلفیق نہونیکی قید سے اگر یہ مقصود ہے کہ تمام
عمل جو عمل کنندہ نے کیا دونون امامون کے اتفاق
باہر نہو تو یہ بات تو دو مسئلون مین بھی موجود ہے اور
اگر یہ مقصود ہے کہ یہی مسئلہ تنہا اجماع اماموں سے باہر

منه اشتراط كونه مذهبا
للاجتهاد فيه مساغ كما يأتى
ومنهم من قال لا يكون المذهب
الذى يذهب اليه مما ينقض فيه
قضاء القاضى وهذا وجيه
والاحتراز منه يحصل اذا قلد
واحدا من المذاهب الاربعة المقبولة
المشهورة ومنهم من قال ينشرح
صدره فى تلك المسئلة بما قلد
فيه غير امامه ولا يتصور الا
فى المتبحر وقيل اذا اتبع الاكثر
والقول المشهور فخرج
من مذهب امامه حسن
واذا كان بالعكس
فقبيح
هذا خلاصة ما فى
رسائلهم مع تنقيح
وتحرير
وانا اختار فى الجواز شرط ان لا
ينقض قضاء قاضى به سواء كان
النقض لاجتماع معنيين كل واحد
منهما صحيح كالنكاح بغير
شاهدين ولا اعلان

تو اُس کے عوض یہ شرط لگانا کافی ہے کہ وہ امر
ایسا ہو جس مین اجتہاد درست ہو چنانچہ آیندہ
آویگا۔ اور بعض نے جواز عمل خلاف مذہب کی
شرط یہ بیان کی ہے کہ جس مذہب یعنی مسئلہ کیطرف
وہ جاتا ہے وہ اُس قسم سے نہو جس سے حکم حاکم ٹوٹتا
ہو اور یہ شرط عمدہ ہے اور اس قسم سے احتراز اُس
صورتمین ہوتا ہے کہ چارون مذہب مقبول اور مشہور
مین سے کسی ایک مذہب کی تقلید کرے۔ اور بعض
نے جواز عمل خلاف مذہب کی شرط یہ کہی ہے کہ
عمل کنندہ کا سینہ اُسی مسئلہ مین اُس قول سے
کھل جائے جسمین اپنے امام کے سوا دوسرے کی
تقلید کرتا ہے اور یہ سینہ کا کھلنا بجز علامۂ مذہب کے
متصور نہین۔ اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر اکثر
ائمہ کا اور قول مشہور کا اتباع کریگا تو اپنے
امام کے مذہب سے نکلنا اچھا ہے اور اس کے
عکس کی صورت مین بُرا ہے۔ یہ ہی خلاصہ اُس مضمون
کا جو علما کے رسالون مین ہے اور تنقیح اور تحریر ہم
نے زیادہ کی ہے ہر ایک کے مضمون مین۔
اور مین جواز عمل خلاف مذہب مین یہ شرط
پسند کرتا ہون کہ عمل مذکور سے حکم حاکم نہ ٹوٹے
خواہ یہ ٹوٹنا دو معنون کے جمع ہونیسے ہو کہ ہر ایک
دونون مین سے درست ہو مثلاً نکاح بدون اجتماع
گواہون کے اور بدون اعلان کے کرنا

اولغیرہ وفی الاختیار شرط انشراح الصدر
للمعنیٰ فی الدلیل اوکثرۃ من عمل بہ
فی السلف اوکونہ احوط اوکونہ
تفصّیًا من مضیق لایمکن لہ الطاعۃ
معہ لقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اذا امرتکم بامر فأتوا منہ بما
استطعتم ونحو ذلک من المعانی
المعتبرۃ فی الشرع لامجرد الھوی
وطلب الدنیا وفی الوجوب شرط
ان یتعلق بہ حق لغیرہ فیقضی
القاضی بخلاف مذھبہ فی خزانۃ
الروایات فی کشف القناع واذا
قلد فقیھا فی شئ ھل یجوز لہ ان یرجع
عنہ الی فقیہ اٰخر المسئلۃ علی
وجھین احدھما ان لایکون
التزم مذھبا معینا کمذھب
ابیحنیفۃ والشافعی وغیرھم والثانی
التزم فعلی الاول ملتزم
متبع ففی الوجہ الاول قال
ابن الحاجب لایرجع
بعد تقلیدہ فیما
قلد
اتفاقا

یا حکم کا ٹوٹنا کسی دوسری وجہ سے ہو۔ اور عمل خلاف
مذہب مختار ہونیکی صورت مین یہ شرط پسند کرتا ہون
کہ عمل کے لیئے سینہ کا کھلنا کسی دلیل کی وجہ سے یا کثرت
عاملین سلف کیوجہ سے یا اُس عمل کے محتاط تر ہونے کے
سبب سے ہو یا اُس عمل کے باعث اُس دشواری سے
نجات ہوتی ہو جس کے ہوتے ہوئے فرمان پذیری اس
ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس سے بن سکے
کہ جب مین تمکو کسی بات کا حکم کرون تو اُس مین سے جسقدر
تم سے ہو سکے بجا لاؤ اور اسی طرح کی اور وجہون سے ہو
جو شرع مین معتبر ہین صرف خواہش نفس اور دنیا کی طلب
کی وجہ سے سینہ کا کھلنا نہو۔ اور عمل خلاف مذہب کے
واجب ہونے مین یہ شرط پسند کرتا ہون کہ عامل کے
ذمہ پر دوسرے کا حق لگا ہوا ہو اور قاضی اُسکے مذہب کے
خلاف حکم لگا دے یعنی اس صورت مین عمل خلاف مذہب واجب ہے
خزانۃ الروایات مین ہے کہ کشف القناع مین مذکور ہے
کہ اگر ایک مسئلہ مین آدمی ایک فقیہ کی تقلید کرتا ہے
تو اُس کو جائز ہے یا نہین کہ فقیہ اول کو چھوڑ کر کسی
دوسرے فقیہ کیطرف رجوع کرے یہ سوال دو صورت پر
ہے اول یہ کہ مقلد نے التزام ایک خاص مذہب کا مثل ابو حنیفہ
اور شافعی کے مذہب کے نہین کیا دوم یہ کہ التزام مذہب
معین کا کیا اور کہا کہ مین التزام کے ساتھ مقلد ہون تو
تو اول صورت مین ابن حاجب نے کہا کہ جس عمل مین
تقلید کر چکا ہے اُس مین بعد تقلید کے بالاتفاق رجوع نکرے

فی حکم آخر المختار الجواز
لقولہ تعالی فاسئلوا اھل الذکر
ان کنتم لاتعلمون فالقول
بوجوب الرجوع الی من قلدہ
اولا فی مسئلۃ یکون تقییدا
للنص وھو یجری مجری النسخ
علی ما تقرر فی الاصول وبقولہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحابی
کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم
ولان العوام فی السلف کانوا یستفتون
الفقھاء من غیر رجوع الی
معین من غیر انکار فحل محل
الاجماع علی الجواز کذا فی شرح
ابن الحاجب واما الجواب
فی الوجہ الثانی وھو ما اذا
التزم مذھبا معینا کابی حنیفۃ
والشافعی رح فقد اشار ابن الحاجب
الی الاختلاف فی ذلک من اختلاف
مذھبہ واشار انہ اختلف العلماء
علی ثلثۃ اقاویل فقیل لایجوز
وقیل یجوز مطلقا والقول الثالث
ھو فی ھذا الوجہ والوجہ الاول
سواء فلا یجوز ان یرجع عنہا

اور دوسرے عمل مین مختار قول یہ ہے کہ رجوع کرنا
جائز ہے کیونکہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے فاسئلوا
اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون تو اب کسی مسئلہ مین
جسکی تقلید اول کرلی ہے اسی کی طرف رجوع
کرنے کو واجب کہنا اس آیت کو مقید کرنا ٹھیریگا
جو قائم مقام آیت کے منسوخ کرنیکے ہے جیسا کہ اصول
مین ٹھہر چکا ہے۔ اور ایک دلیل جواز رجوع کی
یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ میرے
اصحاب ستارون کی طرح ہین جس کسیکا اقتدا
کروگے راہ پاؤگے۔ علاوہ ازین سلف میں عوام
کا دستور تھا کہ فقہا سے فتوے پوچھتے بدون
اس کے کہ شخص معین کیطرف رجوع کرین اور اسبات
پر کوئی انکار نکرتا تو یہ معاملہ بھی جواز رجوع کے
لیئے قائم مقام اجماع کے ہوگیا ایسا ہی ہے شرح ابن
حاجب مین۔ اور دوسری صورت کے جواب مین
یعنی جس صورت مین کہ مقلد نے التزام کسی مذہب
معین کا مثل ابو حنیفہ اور شافعی کے کیا ہو ابن
حاجب نے اپنے مذہب کے اختلاف کیوجہ سے اس بات
مین اختلاف کا اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ علماء نے
اس بات مین تین قول مختلف کہے ہین کسی نے تو کہا کہ
مطلق جائز نہین اور کسی نے کہا کہ مطلقاً رجوع درست ہے
اور تیسرا قول یہ ہے کہ حکم اس صورت مین اور پہلی صورت مین برابر
ہے یعنے رجوع کرنا فقیہ اول کی تقلید سے جائز نہین

بعد تقلیدہ فیما قلّد ای عمل بہ ویجوز فی غیرہ وفی عمدۃ الاحکام من الفتاوی الصوفیۃ سُئل یوم عید الفطر انا نری بعض الناس یتطوعون فی الجامع عند الزوال فنمنعہم عن ذلک ونخبرہم عن ورود النہی عن الصلوۃ فی الاوقات الثلثۃ قال اما المنع فلا کیلا ندخل تحت قولہ تعالیٰ ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلّے ولا تتیقن وقت الزوال بل عسے ان یکون قبلہ او بعدہ ولئن کان وقتہ فقد روی عن ابی یوسف رح لا یکرہ ذلک التطوع عند الزوال یوم الجمعۃ والشافعی رح لا یکرہ ذلک فی جمیع الایام فلئن اعترضت علی ہذا المصلی فعسی ان یجیبک انہ نقلد فی ہذہ المسئلۃ من یری جواز ذلک او یحتج علیک بما احتج بہ من اجاز ذلک فلیس لک ان تنکر علی من قلّد مجتہدا او احتج دلیلا وفیہا ایضا من التجنیس والمزید وربما قلدہ ہذا المصلی

جبکہ تقلید فقیہ اول کی کسی مسئلہ مین کرلی ہو یعنی اُس بموجب عمل کرلیا ہو اور دوسری صورتون مین رجوع جائز اور عمدۃ الاحکام مین فتاوے صوفیہ سے منقول کہ ابن حاجب روز عید فطر کے پوچھا گیا کہ ہم بعض لوگون کو دیکھتے ہین کہ جامع مسجد مین زوال کیوقت نماز نفل پڑھتے ہین توہم اُن کو اِس نفل پڑھنے سے روکتے ہین اور اُن کو آگاہ کرتے ہین کہ تین وقتون مین نماز کی ممانعت آئی ہی اُنھون نے کہا کہ نفل پڑھنے والے رو کو نہین تاکہ تم اس لی رشاد خداوندی کے مضمون مین آجاؤ ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلی اور ایک وجہ تمکو یقین وقت زوال نہین بلکہ شاید وہ وقت زوال پہلے یا پیچھے ہو اور اگر زوال ہی کا وقت ہو تو ابو یوسف سے منقول ہے کہ وہ اِس نفل پڑھنے کو زوال کیوقت جمعہ کے دن مکروہ نہین جانتے تھے اور امام شافعی اُس کو سب دنون مین مکروہ نہین جانتے تو اگر تم اس نفل پڑھنے والے پر اعتراض کروگے تو عجب نہین وہ تمکو یہ جوابدے کہ مین نے اس مسئلہ مین اُس امام کی تقلید کی ہی جو اُسکے جواز کا معتقد ہی یا تمپر وہ حجت پیش کریگا جسکو اُس عالم نے قائم کی جو اس فعل کو جائز کہتا ہے غرض کہ تمکو انکار کرنا درست نہین ایسے شخص پر کہ کسی مجتہد کی تقلید کرے یا کوئی حجت شرعی اور نیز عمدۃ الاحکام مین تجنیس اور مزید سے کہ بعض اوقات یہ نمازی مجتہد مجوز کی تقلید کرتا ہے

انکار علی من فعل فعلا مجتہدا او تقلد مجتہدا وفی الظہیریۃ ومن فعل فعلا مجتہدا فیہ او قلد مجتہدا فی فعل مجتہد فیہ فلا عار ولا شناعۃ ولا انکار علیہ وفی المنہاج للبیضاوی لو رأی الزوج لفظا کنایۃ ورأتہ المرأۃ صریحا فلہ الطلب ولہا الامتناع فیراجعان الی غیرہما

فائدہ

سئل رجل شافعی الاختلاف بین عبارات الانوار فاجبتہ بما یحل الاختلاف فی کتاب القضاء من کتاب الانوار ما حاصلہ اذا دونت ہذہ المذاہب الاربعۃ جاز للمقلد ان ینتقل من مذہب مجتہد الی مذہب آخر وکذا لو قلد مجتہدا فی بعض المسائل وآخر فی البعض الآخر حتے لو اختار من کل مذہب الاہون کالحنفی اذا افتصد وعمل بمذہب الشافعی رح لعلۃ یتوضأ

تو اُس شخص پر انکار نہین کیا جائیگا جس نے کوئی فعل قابل اجتہاد کیا یا کسی مجتہد کی تقلید کی۔ اور ظہیریہ مین ہی کہ جو شخص کوئی فعل کرے جسمین اختلاف مجتہدین ہو یا ایسے فعل اختلافی مین کسی مجتہد کی تقلید کرے تو اُس پر نہ کچھ ننگ ہی نہ عیب نہ انکار۔ اور بیضاوی کی منہاج مین ہی کہ اگر شوہر نے کسی لفظ کو کنایۂ طلاق جانا اور عورت نے اُسکو صریح طلاق سمجھا تو شوہر کو عورت سے طلب صحبت جائز ہی اور عورت کو شوہر سے انکار رہنا درست ہی اسلیئے دونون کسی دوسرے سے مسئلہ پوچھین۔

فائدہ۔ ایک شخص شافعی نے انوار کی دو عبارتون کا اختلاف مشکل سمجھا تو مینے اُسکو جواب ایسی طرح دیا جس سے وہ اختلاف حل ہوجائے یعنی انوار کی کتاب القضا مین تو یہ عبارت ہی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ چارون مذہب قلم بند ہوگئے تو مقلد کو درست ہے کہ ایک مجتہد کے مذہب سے دوسرے کے مذہب مین چلا جائے اور اسی طرح اگر بعض مسائل مین ایک امام کی تقلید کرے اور بعض مین دوسرے امام کی یہانتک کہ اگر ہر مذہب مین سے آسان تر کو اختیار کرے مثلاً حنفی شخص جب فصد کھلائے اور چاہے کہ امام شافعی کے مذہب پر عمل کرے تاکہ دوبارہ وضو نکرے یا

الشافعي مسّ فرجه او امرأة واراد
ان يأخذ بالحنفي لئلا يتوضأ
وغير ذلك من المسائل جاز هذا
حاصل كلام صاحب الانوار في كتاب
القضاء وقال في باب الاحتساب
لو رأى الشافعي شافعيا يشرب
النبيذ او ينكح بلا ولي ويطأها فله
ان ينكر لان على كل مقلد
اتباع مقلده ويعصى بالمخالفة
ولو رأى الشافعي الحنفي يأكل
الضب او متروك التسمية عمدا
فله ان يقول اما ان تعتقد ان
الشافعي اولى بالاتباع واما ان
تترك هذا كلامه في الاحتساب
وبين القولين اختلاف اقول
وحل الاختلاف عندي والله
اعلم ان معنى قوله يعصى بالمخالفة
انه يعصى اذا عزم على تقليده في
جميع المسائل او في هذه المسئلة
ثم اقدم على المخالفة فهذه معصية
بلا شك واما اذا قلّد في هذه
المسئلة غيره فذلك الغير هو مقلَّده
ولم يخالفه او نتركه

شافعی نے اپنی شرمگاہ یا کسی عورت کو ہاتھ لگایا اور
چاہا کہ حنفی مذہب اختیار کرے تاکہ وضو نہ کرنا پڑے
اور اس کے سوا اور مسائل مین ایسا کرے تو جائز ہو
مؤلف انوار کی تقریر کا حاصل کتاب القضا مین تو یہ ہ
اور باب الاحتساب مین یون کہا ہو کہ اگر کوئی شافعی
دوسرے شافعی کو دیکھے کہ نبیذ پیتا ہے یا بدون ول
کے نکاح کرکے عورت سے ہمبستر ہوتا ہو تو اول شخص
روا ہو کہ دوسرے پر اعتراض کرے کیونکہ ہر مقلد پر اتبا
اپنے امام کا واجب ہو اور مخالفت امام کی نیسے گنہگ
ہوگا اور اگر شافعی کسی حنفی کو دیکھے کہ سوسمار کھاتا
یا وہ جانور کہ اسکے ذبح کرنے مین بسم اللہ دانستہ چھو
ہو کھاتا ہو تو اس کو جائز ہو کہ حنفی مذکور سے کہے کہ
اس بات کا معتقد ہو کہ امام شافعی زیادہ مستحق اتبا
کے ہین یا ان چیزون کا کھانا ترک کر یہ تقریر انوار
کی احتساب مین ہو اور دونون قولون مین اختلا
مین کہتا ہون کہ میرے عندیہ مین اس اختلاف کا
واللہ اعلم یہ ہو کہ اس کے قول (مخالفت کرنے ا
گناہگار ہوگا) کے یہ معنی ہین کہ جب مقلد نے اپنے ا
کی تقلید کریگا سب مسئلون مین یا اس خاص مسئل
پختہ ارادہ کر لیا پھر مخالفت پر جرأت کی تو یہ مخالف
بیشک گناہ ہو اور جس صورت مین کہ اس مسئلہ مین
امام کی تقلید بدون کسی عزم کے کی تو امام وہی
اور مقلد اس کی مخالفت نہ کریگا۔ یا ہم کہتے ہ

المسئلة الثانية مبنية على قول
الغزالي وشرذمة والاول على
قول الجمهور فافهم فان حل هذا
الاختلاف قد صعب على بعض المصنفين

مسئلة

اعلم ان تقليد المجتهد على وجهين
واجب وحرام فاحدهما ان يكون
من اتباع الرواية دلالة تفصيله
ان الجاهل بالكتاب والسنة
لا يستطيع بنفسه التتبع والاستنباط
[illegible] وظيفته ان يسأل
فقيها ما حكم رسول الله صلى الله عليه
واله وسلم في مسئلة كذا وكذا فاذا اخبر
[illegible] سواء كان ماخوذا من
صريح نص او مستنبطا منه او مقيسا
على المنصوص فكل ذلك
راجع الى الرواية عنه صلى الله عليه واله وسلم
ولو دلالة وهذا قد اتفقت الامة على
صحته قرنا بعد قرن بل الامم كلها اتفقت على
[illegible] شرائعهم وامارة هذا التقليد ان
يكون عمله بقول المجتهد كالمشروط
بكونه موافقا للسنة

کہ دوسرا مسئلہ یعنی باب الاحتساب کا مبنی ہے
امام غزالی اور کچھ علما کے قول پر اور مسئلہ اول
کتاب القضا کا مبنی ہے جمہور کے قول پر اسکو خوب سمجھلو
اس وجہ سے کہ رفع کرنا انوار کی عبارتون کے اس
اختلاف کا بعض مصنفون پر دشوار گزرا ہے۔
چوتھا مسئلہ۔ جاننا چاہیئے کہ تقلید مجتہد کی
دو طرح پر ہے ایک واجب دوم حرام واجب کی
تو یہ صورت ہے کہ روایت حدیث کے اتباع سے ہو
بطور دلالت کے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ جاہل
قرآن اور حدیث سے بذات خود تلاش اور استنباط
مسائل نہین کرسکتا تو اسکے ذمہ ہی ہو کہ کسی عالم
سے پوچھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فلان
مسئلہ مین کیا حکم فرمایا ہو اور جب وہ عالم بتادے
تو اس کا اتباع کرے خواہ وہ حکم صریح نص سے
لیا گیا ہو یا اس سے استنباط کیا ہو یا حکم صریح
پر قیاس کیا ہو کہ ساری باتین آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم سے روایت کیطرف راجع ہین
گو دلالت کے طور پر ہون اس قسم کی تقلید کی
صحت پر تمام امت ہر قرن کی یکے بعد دیگرے متفق
ہو بلکہ اس جیسی بات پر ساری امتین اپنی شریعتون
مین متفق ہین۔ اور علامت اس تقلید کی یہ
ہے کہ مقلد کا عمل مجتہد کے قول پر گویا اس
شرط سے ہے کہ قول مذکور موافق سنت کے ہو

فلا يزال متفحصا عن السنة بقدر
الامكان فمتى ظهر حديث يخالف
قوله نبذه واخذ بالحديث واليه اشار
الائمة قال الشافعي رح اذا صح الحديث
فهو مذهبي واذا رأيتم كلامي
يخالف الحديث فاعملوا
بالحديث واضربوا بكلامي
الحائط وقال مالك رح ما من احد
الا وماخوذ من كلامه ومردود
عليه الا رسول الله صلى الله عليه وسلم
وقال ابو حنيفة رح لا ينبغي لمن
لم يعرف دليلي ان يفتي بكلامي وقال
احمد لا تقلدني ولا تقلدن مالكا
ولا غيره وخذ الاحكام من حيث
اخذوا من الكتاب والسنة
والوجه الثاني ان يظن بفقيه انه
بلغ الغاية القصوى فلا يمكن
ان يخطي فمهما بلغه حديث
صحيح صريح يخالف مقالته
لم يتركه او ظن انه لما قلده
كلفه الله بمقالته وكان
كالسفيه المحجور
عليه فاذا بلغه حديث

تو یہ مقلد ہمیشہ جویا سنت کا رہے جہان تک ہو سکے
پس جب کوئی حدیث ظاہر ہو جو مخالف قول اُسکے مجتہد
کے ہو تو اُس قول کو چھوڑ دے اور حدیث پر عمل کرے
اور اسی بات کیطرف امامون نے اشارہ کیا ہے چنانچہ
امام شافعی نے کہا کہ جب حدیث ثابت ہو جاوے تو وہی
میرا مذہب ہے اور جب تم میرے کلام کو مخالف حدیث
کے دیکھو تو حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر
دیمارو۔ اور امام مالک نے کہا کہ کوئی ایسا نہین جو
اپنے کلام کیوجہ سے ماخوذ نہو اور اُس کا قول اُسپر رد
نکیا جاوے بجز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اور
امام ابو حنیفہ نے کہا کہ جو شخص میری دلیل کو نہ جانتا ہو
اُس کو نہین چاہیئے کہ میرے کلام سے فتوی دے۔
اور امام احمد نے کہا کہ تو نہ میری تقلید کر نہ مالک کی نہ
اور کسی کی اور احکام کو قرآن اور حدیث سے لے جہان
سے اُنھون نے لیئے۔ اور تقلید حرام کی یہ صورت ہے
کہ کسی فقیہ کو گمان کرے کہ وہ علم مین نہایت کو
پہنچ گیا ہے ہو نہین سکتا کہ وہ خطا کرے تو ایسے
مقلد کو جب کوئی حدیث صحیح اور صریح پہونچتی ہے کہ
مخالف اُس فقیہ کے قول کے ہو تو اُسکے قول کو نہین چھوڑتا
یا یہ گمان کرے کہ جب مین نے اس فقیہ کی تقلید کی تو
اللہ تعالی نے انکا قول ماننے کا مجھے حکم کر دیا ایسے مقلد کا
حال ایسا ہی جیسا کم عقل آدمی اپنے مال مین تصرف کرنے سے
روک دیا جاتا ہے تو اگر اُس کو کوئی حدیث پہونچتی ہے

واستيقن بصحته لم يقبله لكون
ذمته مشغولة بالتقليد
فهذا الاعتقاد فاسد وقوله
مستحسن ليس له شاهد من
النقل والعقل وما كان
احد من القرون السابقة
يفعل ذلك وقد كذب في
ظنه من ليس بمعصوم من
الخطأ معصوما حقيقة او معصوما
عن العمل بقوله وفي ظنه ان الله تعالى
الزمه بقوله وان ذمته مشغولة بتقليده
وفي مثل هذا نزل قوله تعالى وانا على آثارهم
مقتدون وقد كان تحريفا للملل السابقة
مسئلة اختلفوا في الفتوى بالروايات
الظاهرة المهجورة في خزانة الروايات
في السراجية ثم الفتوى على
الاطلاق على قول ابي حنيفة رح
ثم بقول ابي يوسف رح ثم بقول محمد
بن الحسن الشيباني رح ثم بقول زفر بن
هذيل والحسن بن زياد رح وقيل اذا كان
ابو حنيفة رح في جانب وصاحباه في
جانب فالمفتي بالخيار والاول اصح
اذا لم يكن المفتي مجتهدا

اور اُسکے صحیح ہونیکا یقین بھی کر لیتا ہے تب بھی
حدیث کو قبول نہین کرتا کیونکہ اُسکے ذمہ تو تقلید
کی بیج لگی ہوئی ہے تو یہ اعتقاد خراب اور یہ قول
ہے اسکا شاہد نہ نقلی ہے نہ عقلی اور پہلے قرنون
مین سے کوئی یہ امر نکرتا تھا اور اس مقلد نے
دو غلطیان کین اول تو یہ کہ جو شخص خطا سے معصوم
نہ تھا اُسکو معصوم حقیقی یا اُسکے قول پر عمل کرنے
کے حق مین معصوم گمان کر لیا اور دوسری یہ کہ
خیال کر لیا کہ اللہ تعالی نے مجھے اُسکے قول کو ماننے
کا حکم کر دیا اور میرا ذمہ اسکی تقلید سے گھرا ہوا ہے
اور اسی جیسے مقلد کے بارہ مین یہ ارشاد خداوندی
نازل ہوا ہے وانا علی آثارہم مقتدون اور پہلی
ملتون کی تحریفین بھی اسی صورت کی تھین۔
پانچوان مسئلہ۔ علماء نے اختلاف کیا ہے فتوی
دینے مین اُن روایات سے جو نادر اور متروک
ہین۔ خزانۃ الروایات مین ہے کہ سراجیہ
مین لکھا ہے کہ پھر فتوے مطلق امام ابو حنیفہ
کے قول پر ہے پھر ابو یوسف کے قول پر پھر محمد بن
حسن شیبانی کے قول پر پھر زفر بن ہذیل اور حسن
بن زیاد کے قول پر۔ اور بعض نے کہا کہ جب امام
اعظم ایک جانب ہون اور صاحبین ایک جانب
تو مفتی کو اختیار ہے چاہے جس قول پر فتوی دے
اور قول اول صحیح تر ہے بشرطیکہ مفتی مجتہد نہو

لانہ کان اعلم زمانہ حتے
قال الشافعی الناس کلہم
عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ وفی المضمرات
وقیل اذا کان ابو حنیفۃ رح فی جانب
وابو یوسف رح ومحمد رح فی جانب
فالمفتی بالخیار ان شاء اخذ
بقولہ وان شاء اخذ بقولہما وان
کان احدہما مع ابی حنیفۃ یاخذ
بقولہما البتۃ الا اذا اصطلح المشائخ
الاخذ بقول ذلک الواحد فیتبع اصطلاحہم
کما اختار الفقیہ ابو اللیث قول زفر فی
قعود المریض للصلوۃ انہ یقعد کما
یقعد المصلی فی التشہد لانہ ایسر
علی المریض وان کان قول اصحابنا
ان یقعد المریض فی حال القیام متربعا او
محتبیا لیکون فرقا بین القعدۃ والقعود
الذی ہو فی حکم القیام ولکن ہذا یشق
علی المریض لانہ لم یتعود ہذا القعود وکذلک
اختاروا تضمین الساعی اذا سعی الی
السلطان بغیر اذن وہذا قول زفر رح سدا
لباب السعایۃ وان کان قول اصحابنا لایجب الضمان
لانہ لم یتلف علیہ مالا ویجوز للمشائخ ان یاخذوا
بقول احد من اصحابنا عملا بمصلحۃ الزمان

کیونکہ امام اعظم اپنے وقت کے بڑے عالم تھے حتی کہ امام شافعی نے کہا ہی کہ سب آدمی فقہ مین ابو حنیفہ کے تربیت یافتہ ہین۔ مضمرات مین ہے کہ بعض علما کا قول یہ ہی کہ جب ابو حنیفہ ایک طرف ہون اور ابو یوسف اور محمد ایک طرف تو مفتی کو اختیار ہے اگر چاہے امام کے قول کو لے اور اگر چاہے صاحبین کا قول لے اور اگر صاحبین مین سے ایک امام کے ساتھ ہو تو یقینا انھین دو کا قول لے مگر جس صورت مین کہ علما نے اُس ایک کے قول کو لینا مصلحت جانا ہو تو مفتی بھی اُن کی مصلحت کی پیروی کرے جیسے فقیہ ابو اللیث نے مریض کے بیٹھکر نماز پڑھنے مین امام زفر کا قول اختیار کیا ہو کہ مریض اس طرح بیٹھے جیسے نمازی التحیات مین بیٹھتا ہو کیونکہ یہ بیٹھنا مریض پر زیادہ آسان ہو اگرچہ دوسرے ہمارے ائمہ کا یہ قول ہو کہ مریض قیام کے عوض پالتی مار کر یا گوٹ مار کر بیٹھے تاکہ قیام کے بدلے بیٹھنے اور التحیات کے بیٹھنے مین فرق ہو جائے لیکن اس طرح بیٹھنا مریض پر دشوار ہو اسلیئے کہ اُسکو اس بیٹھک کی عادت نہین پڑی اور اسی طرح علمائے چغلخور سے تاوان لینا پسند کیا ہو جس صورت مین کہ بادشاہ سے اُسنے چغلی بدون حکم سلطانی کھائی ہو یہ قول بھی امام زفر کا ہی اس مصلحت سے کے لئے کہ چغلی کا باب بند ہو جائے اگرچہ ہمارے باقی ائمہ کا قول یہ ہو کہ تاوان لینا واجب نہین کیونکہ چغل خور نے اُس کا کوئی مال تلف نہین کیا۔ اور علما کو درست ہے کہ ہمارے ائمہ مین سے ایک کا قول کسی مصلحت وقت پر عمل کرنیکی وجہ سے اختیار کرین

فی القنیۃ فی باب ما یتعلق بالمفتی
من النوادر قال رح والفتوی
فیما یتعلق بالقضاء علی قول
ابی یوسف لزیادۃ تجربتہ و
فی المضمرات ولا یجوز للمفتی ان
یفتی ببعض الاقاویل المہجورۃ
لجر منفعۃ لان ضرر ذلک فی
الدنیا والاخرۃ اتم واعم بل یختار
الاقاویل المشائخ واختیارہم ویقتدی
بسیر السلف ویکتفی باحراز
الفضیلۃ والشرف فی القنیۃ
فی کتاب ادب القاضی فی
باب مسائل متفرقۃ مسئلۃ المسائل التی
تتعلق بالقضاء الفتوی فیہا علی قول
ابی یوسف لانہ حصل لہ زیادۃ علم
بالتجربۃ وفی عمدۃ الاحکام من کشف
البزدوی یستحب للمفتی الاخذ بالرخص
تیسیرا علی العوام مثل التوضی بماء
الحمام والصلوۃ فی الاماکن
الطاہرۃ بدون المصلی وعدم الاحتراز
عن طین الشوارع فی موضع حکموا بطہارتہ فیہا
ولا یلیق ذلک باہل العزلۃ بل الاخذ بالاحتیاط
والعزیمۃ اولی بہم وفی القنیۃ ثم ینبغی للمفتی

قنیہ کے اُس باب مین جس مین مسائل نادر متعلقہ مفتی مذکور ہین یہان کہا ہی کہ فتوی اُن مسائل مین کہ متعلق فیصلہ مقدمات ہون امام ابو یوسف کے قول پر ہی بوجہ اُنکے تجربہ کے زیادہ ہونیکے۔ اور مضمرات مین ہی کہ مفتی کو درست نہین کہ بعض اقوال متروک سے نفع ملنے کی غرض سے فتوے دے کیونکہ اسکا نقصان دنیا اور آخرت مین کامل تر اور عام تر ہے بلکہ علما کے اقوال مختار اختیار کرے اور سلف کی سیرتون کا اقتدا اور اسی فضیلت و شرف کو حاصل کرنے پر اکتفا کرے۔ قنیہ کے کتاب ادب القاضی کے باب مسائل متفرقہ مین یہ ایک مسئلہ مذکور ہی کہ جو مسائل متعلق فیصلہ مقدمات ہین انمین فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہی کیونکہ اُن کو تجربہ کے سبب سے زیادہ واقفیت ہو گئی تھی۔ اور عمدۃ الاحکام مین بزدوی کی کتاب کشف سے منقول ہی کہ مفتی کو مستحب ہی کہ عوام پر آسانی کی غرض سے خفت لینے اور پر فتوی دے مثلا حمام کے پانی سے وضو کرنا اور پاک جگہون مین بدون جانماز کے نماز پڑھنے اور سڑکون کے گارے سے پرہیز نہ کرنا ایسے مقام پر جہان کے گارے کو علما پاک ہونے کا حکم دین اور یہ رخصت گوشہ نشینون کے لائق نہین بلکہ اُنکے حق مین بہتر یہ ہی کہ احتیاط پر کاربند ہون اور عزیمت پر عمل کرین۔ اور قنیہ مین ہے کہ پھر مفتی کو چاہیئے

ان يفتي الناس بما هو اهل عليهم
كما ذكره البزدوي في شرح الجامع
الصغير ينبغي للمفتي ان ياخذ بالايسر
في حق غيره خصوصاً في حق الضعفاء
لقوله عليه الصلوة والسلام لابي موسى
الاشعري ومعاذ حين بعثهما الى اليمن
يسرا ولا تعسرا وفي عمدة الاحكام في
كتاب الكراهية سؤر الكلب والخنزير
نجس خلافاً لمالك وغيره ولو افتى
بقول مالك جاز وفي القنية فقيه
يفتي بمذهب سعيد بن المسيب ويزوج
للزوج الاول المطلقة بثلث
تطليقات كما كانت ويعزر الفقيه
وفقيه يحتال في الطلقات الثلث ويأخذ
الرشى بذلك ويزوجها للاول بدون
دخول الثاني هل يصح النكاح
وما جزاء من يفعل ذلك قالوا يسود وجهه
في الفتاوى الاعتمادية من الفتاوى
السمرقندي ان سعيد بن المسيب رجع عن قوله
ان دخول المحلل ليس بشرط
في التحليل ولو
قضى به قاض لا ينفذ قضاءه
ولو حكم به فقيه

کہ لوگون کو ایسی بات کا فتوی دے جو اُن کے حق مین زیادہ آسان
ہو جیسے بزدوی نے شرح جامع صغیر مین بیان کیا ہے
مفتی کو مناسب ہے کہ فتوے مین ایسا قول اختیار کرے
جو دوسرے کے حق مین خصوصاً کمزورون کے حق مین
آسان تر ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسی
اشعری اور معاذ بن جبل کو جب یمن کی طرف روانہ کیا
ارشاد فرمایا کہ تم دونون آسانی کیجیو تنگی مت کیجیو
عمدۃ الاحکام کے کتاب الکراہیت مین ہے کہ جھوٹا کتے اور
سور کا ناپاک ہے اور اس مین امام مالک وغیرہ کا اختلاف ہے
اور اگر مفتی نے امام مالک کے قول پر فتوی دیا تو درست ہے
اور قنیہ مین ہے کہ ایک عالم سعید بن مسیب کے مذہب کے موافق فتوی
دیتا ہے اور تین طلاق دی ہوئی عورت کا نکاح شوہر اول سے
کرتا ہے تو وہ عورت جون کی تون تین طلاق دی ہوئی رہیگی
اور اس عالم کو سزا دیجائیگی اور ایک عالم تین طلاقون میں
حیلہ کرتا ہے اور اس بہانہ سے رشوت لیتا ہے اور عورت
کو شوہر اول سے بدون دوسرے شوہر کی صحبت کے نکاح
کرتا ہے تو یہ نکاح درست ہے یا نہیں اور جو ایسا کرے اُس کی
سزا کیا ہے تو علما نے کہا کہ ایسے عالم کا مونھ کالا کر کے نکال دیا
جاوے۔ فتاوی اعتمادیہ مین فتاوی سمرقندی سے منقول ہے
کہ سعید بن مسیب نے اپنے اس قول سے کہ عورت کو شوہر اول
کے لیئے حلال کرنے مین صحبت دوسرے شوہر کی شرط نہین
رجوع کرلیا ہے تو اگر کوئی قاضی اُنکے قول کے بموجب حکم دیگا تو
حکم نافذ نہ ہوگا اور اگر کوئی عالم اُس کے بموجب حکم کرے

ويعذر الفقيه وفي
شرح المنهاج نقل
ال في الاجماع على
المقلد بين قولي امامه
على جهة البدل لا الجمع اذا
الظهر ترجيح احدهما وكانه
اراد اجماع ائمة مذهبه كيف
مقتضى مذهبنا كما قاله
السبكي منع ذلك في القضاء
الافتاء دون العمل
نفسه وبه يجمع بين
قول الماوردي لا يجوز
نا وانتصر الغزالي
كما يجوز لمن
اجتهاده
تساوى جهتين ان
يصلي الى ايهما
شاء اجماعاً
وقول الامام يمتنع ان كانا
ل حكمين
ين كايجاب وتحريم
خصال
الصلاة واجرى السبكي ذلك

تو اُسکا حکم صحیح نہوگا اور اُس عالم کو سزا دیجائیگی اور
تحفہ یعنی شرح منہاج مین ہے کہ عراقی نے اجماع
نقل کیا ہے مقلد کے اختیار کرنے پر اپنے امام کے
دو قولون کو یعنی کبھی ایک کو کبھی دوسرے کو یہ نہین
کہ دونون کو ایک ساتھ لے اور ایک کو بھی بدل کے طور
پر اُس صورت مین ہے کہ ترجیح ایک کی دوسرے پر ظاہر نہو
اور شاید عراقی نے اجماع سے اپنے مذہب کے ائمہ کا
اجماع مراد لیا ہے کیونکہ ہمارے مذہب کا مقتضا تو
سبکی کے قول کے بموجب اس اختیار کی ممانعت ہے
فیصلہ مقدمات اور فتوی دینے مین نہ اپنے آپ
عمل کرنے مین اور اسی سے یعنی اختیار قولین اپنے
حق مین ممنوع نہین قضا اور افتا مین منع ہے مطابقت
ہوتی ہے ماوردی اور امام کے قولون کی ماوردی
کہتا ہے کہ اختیار قولین ہمارے نزدیک جائز نہین
جیسا اُس شخص کو جسکی اٹکل مین دو طرفین قبلہ ہونیمین
برابر ہون جائز ہے کہ جونسی طرف کو اُن دونون
مین سے چاہے بالاتفاق نماز پڑھ لے اور امام
غزالی نے ماوردی کے قول کی اعانت کی ہے
اور امام کا قول یہ ہے کہ اختیار قولین مقلد کو
منع ہے اگر دونون قول دو حکمون ضد یکدیگر مین ہون
مثلاً ایک واجب ہونیمین ہو اور دوسرا حرام ہونیمین
بخلاف کفارہ کی سی باتون کے کہ انمین منع نہین اور
سبکی نے اختیار قولین اپنے حق مین عمل کرنیکے جواز کو

وتبعوه فی العمل بخلاف المذاهب الاربعة
ای مما عملت بسنة لمن یجوز تقلیده
وجمیع شروطه عنده وحمل علی
ذلك قول ابن الصلاح لا یجوز تقلید
غیر الائمة الاربعة ای فی قضاء
وافتاء ومحل ذلك وغیره
من صور التقلید ما لم یتتبع الرخص
بحیث تنحل ربقة التقلید عن عنقه
والا اثم به بل قیل فسق
وهو وجیه قیل ومحل ضعفه
ان یتتبعها من المذاهب
المدونة والا فسق قطعاً انتهی

فَصَلٌ فِي العَامّی

اعلم ان العامی الصرف لیس
له مذهب معین وانما
مذهبه فتوی المفتی فی
البحر الرائق لو احتجم او اغتاب فظن
انه یفطره ثم اکل ان لم یستفت فقیها
ولا بلغه الخبر فعلیه الکفارة لانه مجرد
جهل وانه لیس بعذر فی دار الاسلام وان
استفتی فقیها فافتاه لا کفارة علیه لان
العامی یجب علیه تقلید العالم اذا

اوس شخص مجتہد کے لیے جاری کیا ہی جسکی تقلید درست
شرائط اجتہاد کی اس مین موجود ہون اور لوگون
خلاف چارون مذہب کے کرنے مین سبکی کا اتباع کر
یعنے اس شخص کے اعمال ہین کہ مطابق حدیث کے ع
آوین اور ابن صلاح کا یہ قول کہ تقلید چارون اما
سوا دوسرے کی جائز نہین اسی پر محمول ہی کہ حکم قاضی
مین جائز نہین اور اسکا اور تقلید کی دوسری صورتون کا
اسوقت تک ہی کہ مقلد رخصتون کی جستجو ایسی طرح نہ
تقلید کا پھندا اسکی گردن سے نکلجاوے ورنہ تلاش رخ
کے سبب سے گنہگار ہوگا بلکہ قول ضعیف یہ ہی کہ فاسق
اور یہ قول موجہ ہی اور بعض علما نے کہا کہ موقع قول ضع
یہ ہی کہ رخصتون کی جستجو ان مذہبون قلم بند سے کر
یقیناً فاسق ہوگا تمام ہوا قول صاحب تحفہ کا۔

چوتھی فصل۔ عامی کے بیان مین۔

معلوم کرنا چاہیئے کہ نرے عامی کا کوئی مذہب معین
بلکہ اسکا مذہب مفتی کا فتوے ہوتا ہی بحر الرائق
کہ اگر روزہ والے نے پچھنے لگوائے یا کسی کی غیبت کی
کیا کہ یہ حرکت روزہ توڑنی ہی پھر اسنے دانستہ کھالیا
اسنے کسی عالم سے نہین پوچھا تھا اور نہ اسکو حدیث
پہنچی تو اسپر کفارہ واجب ہوگا کیونکہ صرف جہالت
اور دار الاسلام مین نجانا عذر نہین ہوسکتا اور اگر
سے حکم پوچھا تھا اور عالم نے افطار کا فتوی دیا تھا تو اسپر
لازم نہ اویگا کیونکہ عامی کو عالم کی تقلید واجب

یعتمد علی فتواه فکان معذوراً
فیما صنع وان کان المفتی
مخطیا فیما افتی وان لم یستفت
ولکنه بلغه الخبر وهو قوله
صلی الله علیه واله وسلم افطر
الحاجم والمحجوم وقوله علیه
الصلوة والسلام الغیبة
تفطر الصائم ولم یعرف النسخ
ولا تاویله لا کفارة علیه
عندهما لان ظاهر الحدیث واجب
العمل به خلافا لابی یوسف لانه
لیس للعامی العمل بالحدیث لعدم
علمه بالناسخ والمنسوخ ولو لمس
امرأة او قبلها بشهوة
او اکتحل فظن ان ذلك یفطر ثم
افطر علیه الکفارة الا اذا استفتی
فقیها فافتاه بالفطر او بلغه خبر
فیه ولو نوی الصوم قبل الزوال
ثم افطر لم یلزمه الکفارة
عند ابی حنیفة خلافا لهما
کذا فی المحیط
وقد علم من هذا ان مذهب
العامی

اس کے فتوے پر اعتماد رکھتا ہو تو اس صورت مین
عامی مذکور اپنے فعل مین معذور ہوگا گو مفتی نے
اپنے فتوی مین خطا کی ہو۔ اور اگر اسنے عالم سے دریافت
نہین کیا لیکن اسکو حدیث یہ پہونچی تھی یعنی یہ ارشاد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جو پچھنون سے خون
نکالے اور جو نکلوا دے دونو نکا روزہ ٹوٹ جاتا ہی
اور یہ ارشاد کہ غیبت روزہ دار کا روزہ توڑتی ہی اور
عامی مذکور نے نہ ان حدیثو نکا منسوخ ہونا جانا نہ انکے
معانی مقصود انکو معلوم ہوئے تو امام صاحب اور محمد
کے نزدیک اسپر کفارہ نہوگا کیونکہ عمل کرنا حدیث کے
ظاہر معنی پر واجب ہے ابو یوسف اسکے خلاف کہتے ہین
اسلیئے کہ عامی کو حدیث پر عمل کرنا جائز نہین کہ وہ
ناسخ اور منسوخ سے واقف نہین۔ اور اگر روزہ دار نے
شہوت سے عورت کو ہاتھ لگایا یا اسکا بوسہ لیا اسی
طرح یا اپنی آنکھ مین سرمہ ڈالا اور گمان کیا کہ یہ حرکت
روزہ توڑتی ہے پھر دانستہ افطار کرلیا تو اسپر کفارہ
لازم ہوگا مگر جس صورت مین کہ کسی عالم سے مسئلہ
پوچھا اور اسنے روزہ جاتا رہنے کا حکم دیا یا اسبارے مین
اس نے کوئی حدیث سنی تو کفارہ نہوگا۔ اور اگر عامی
نے زوال سے پیشتر نیت روزہ کی پھر روزہ توڑ
ڈالا امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسکو کفارہ لازم
نہوگا اور صاحبین کے نزدیک کفارہ ہوگا ایسا ہی
محیط مین اور اس سے معلوم ہوا کہ عامی کا مذہب

٥٩٢٩

فتوی مفتیہ وفیہ ایضا فی باب
قضاء الفوائت عند قولہ ویسقط
لضیق الوقت والنسیان ان کان عامیا
لیس لہ مذہب معین فمذہبہ فتوی
مفتیہ کما صرحوا بہ فان افتی حنفی
اعاد العصر والمغرب وان افتاہ
شافعی فلا یعیدہما ولا عبرۃ لرأیہ
وان لم یستفت احدا وصادف الصحۃ
علی مذہب مجتہد اجزاہ ولا اعادۃ علیہ
فی شرح منہاج البیضاوی
لابن امام الکاملیۃ فلو وقعت
لعامی حادثۃ فاستفتی فیہا
مجتہدا وعمل فیہا بفتوی ذلک
المجتہد فلیس لہ الرجوع عنہ الی
فتوی غیرہ فی تلک الحادثۃ بعینہا
بالاجماع کما نقلہ ابن الحاجب وغیرہ
وفی جمع الجوامع الخلاف فیہ
وان کان قبل العمل فقال النووی
المختار ما نقلہ الخطیب
وغیرہ انہ ان لم یکن ہناک
مفتی اخر لزمہ بمجرد فتواہ
وان لم تسکن نفسہ وان کان
ہناک اخر

اُس کے مفتی کا فتوی ہوتا ہو — اور نیز بحر الرائق کے باب
قضاء الفوائت مین مؤلف کے اس قول کے پاس کہ ترتیب
وقت کی تنگی اور بھولنے سے جاتی رہتی ہو مذکور ہے کہ اگر
مقلد عامی ہو تو اُسکا کوئی مذہب معین نہین اُس کا مذہب
اُسکے مفتی کا فتوی ہو جیسا کہ علمانے اس کی تصریح کی ہو
تو اگر کسی حنفی نے فتوی دیا ہو تو نماز عصر اور مغرب کی دوبارہ
پڑھے اور اگر کسی شافعی نے فتوی دیا ہو تو دونون
نمازون کا اعادہ نہ کرے اور خود اُس کی رائے کا کچھ
اعتبار نہین اور اگر کسی سے فتوی نہین پوچھا اور کسی
مجتہد کے مذہب کے موافق نماز درست ہو گئی تو بھی اُس کو
کافی ہو گی دوبارہ پڑھنا واجب نہو گا تمام ہوا قول بحر
الرائق کا — اور بیضاوی کی منہاج کی شرح مؤلفہ ابن
امام کاملیہ مین ہو کہ جب عامی کو کوئی حادثہ پیش آوے
اور اُس مین کسی مجتہد سے فتوی دریافت کرکے اُس مجتہد
کے فتوی کے موافق اُس حادثہ مین عمل کرے تو اُسکو اُس
حادثہ خاص مین اُس مجتہد کے حکم سے دوسرے مجتہد کے فتوی
کی طرف بالاجماع رجوع کرنا جائز نہین چنانچہ ابن حاجب اور
دوسرے علمانے اُسکو لکھا ہے اور جمع الجوامع مین اس باب
مین خلاف ہو — اور اگر عمل کرنیسے پہلے رجوع کرنا چاہے
تو نووی نے کہا کہ مختار وہ صورت ہو کہ خطیب وغیرہ نے
لکھی ہے کہ اگر وہان کوئی دوسرا مفتی نہو تو اُس پر عمل کرنا
بفور مفتی کے فتوی دینے کے لازم ہو گا اگرچہ اُس کے
دل کا اطمینان نہو اور اگر وہان کوئی دوسرا مفتی بھی ہو

لم یلزمہ بمجرد افتائہ اذ لہ ان
یسأل غیرہ وحینئذ فقد
یختلف علیہ فیجیء فیہ الخلاف
فی اختلاف المفتیین اما اذا وقعت
لہ حادثۃ غیر تلک فالاصح
انہ یجوز لہ ان یستفتی فیہا
غیر من استفتاہ فی الحادثۃ
السابقۃ وقطع الکیا الہراسی
بانہ یجب علی العامی ان یلتزم
مذہبا معینا واختار فی
جمع الجوامع انہ یجب ذلک
ولا یفعلہ لمجرد التشہی بل یختار
مذہبا یقلدہ فی کل
شیء یعتقدہ ارجح او مساویا
لغیرہ لا مرجوحا وقال النووی
الذی یقتضیہ الدلیل انہ
لا یلزمہ التمذہب بمذہب
بل یستفتی من شاء لکن
من غیر تلقط للرخص ولعل
من منعہ لم یثق بعدم
تلقطہ واذا التزم مذہبا
معینا فیجوز لہ الخروج عنہ
علی الاصح

تو اُس پر حکم مفتی اول کا بمجرد اُس کے فتوی دینے کے
لازم نہو گا کیونکہ اُس کو جائز ہے کہ دوسرے سے حکم دریافت
کرے اور اس صورت مین کبھی دوسرا مفتی پہلے کے خلاف
کہیگا تو اس حکم مین خلاف دو مفتیون کے اختلاف کی
صورت مین ہو جائیگا — لیکن جس صورت مین کہ عامی کو
کو دوسرا حادثہ سوائے اول کے پیش آوے تو صحیح تر یہ
ہے کہ اُس کو درست ہو کہ اس دوسرے حادثے مین
فتوے اُس شخص کے سوا جس سے پہلے حادثہ مین پوچھا
تھا دوسرے سے دریافت کرے — اور کیا ہراسی نے قطعا کہا
ہو کہ عامی کے ذمہ واجب ہو کہ کسی مذہب معین کا التزام
کرے اور جمع الجوامع مین اس بات کو پسند کیا ہے کہ
التزام مذہب معین واجب ہے اور اس التزام کو صرف
خواہش نفس کے لیے نکرے بلکہ کوئی سا مذہب پسند
کر لے کہ ہر چیز مین اُس کی تقلید کرے جس کو راجح تریا
دوسرے کے برابر سمجھے مغلوب اور کم نجانے — اور
نووی نے کہا ہے کہ جس بات کو دلیل چاہتی ہی
وہ یہ ہے کہ عامی کو مذہب معین اختیار کرنا لازم
نہین بلکہ جس عالم سے چاہے فتوے دریافت کر لے
لیکن یہ نہو کہ رخصتین چننے لگے اور شاید جس نے
عامی کو ہر عالم سے فتوے لینے کو منع کیا ہے اُس نے
اُس کی رخصتین چننے پر اعتماد نہین کیا — اور جس صورت
مین کہ عامی مذہب معین کا التزام کر لے تو اُسکو اُس
مذہب سے نکلنا بموجب قول صحیح تر کے درست ہے

وفی کتاب زبد لابن رسلان سے
والشافعی ومالک ونعمان
واحمد بن حنبل وسفیان
وغیرهم من سائر الائمة
علی هدی والاختلاف رحمة
وفی شرح غایة البیان لو اختلف جواب مجتهدین
متساویین فالاصح ان للمقلد ان یتخیر بقول
من شاء منهما وقد مر فی التحفة فی هذه المسئلة
باب ۵ وهذا الذی ذکرناه من الامر
بین الامرین هو الذی مشی علیه
جماهیر العلماء من الاخذین
بالمذاهب الاربعة ووصی به ائمة
المذاهب اصحابهم قال الشیخ عبد الوهاب
الشعرانی فی الیواقیت والجواهر روی
عن ابی حنیفة انه کان یقول لا ینبغی لمن لم
یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی وکان رض اذا افتی
یقول هذا رأی النعمان بن ثابت یعنی نفسه
وهو احسن ما قدرنا علیه فمن جاء باحسن منه فهو
اولی بالصواب وکان الامام مالک یقول
ما من احد الا ومأخوذ من کلامه
ومردود علیه الا رسول الله صلی
الله علیه وسلم وروی الحاکم
والبیهقی عن الشافعی

اور کتاب زبد بن رسلان مین دو شعر ہین جنکا ترجمہ
یہ ہو سے بو حنیفہ اور مالک شافعی ۞ احمد بن حنبل
اور سفیان بھی ۞ اور سائرہ باقی حق پر ہین تمام
۞ اختلاف ان کا ہے رحمت والسلام ۞ اور اس
کتاب کی شرح غایۃ البیان مین ہی کہ اگر برابر کے
دو مجتہدون کا جواب مختلف ہو تو صحیح تر یہ ہی کہ مقلد
کو جائز ہی کہ ان دونون مین سے جسکا قول چاہی پسند کرلی
اور اس مسئلہ مین جو مضمون تحفہ مین تھا پیشتر گذر چکا۔

پانچوان باب۔ تقلید مین اعتدال رکھنے کے بیان مین

اور یہ جو ہم نے تقلید کا حال لکھا کہ افراط اور تفریط
کے درمیان ہی یہ وہ طریق ہے جسپر جمہور علما چارون
مذہب کے پابند چلے ہین اور مذہب کے ائمہ نے اپنے شاگردون
کو اسی کی وصیت کی ہے چنانچہ شیخ عبد الوہاب شعرانی
نے یواقیت وجواہر مین بیان کیا ہی کہ امام ابو حنیفہ رح
سے مروی ہے کہ یون کہا کرتے کہ جس شخص کو میری دلیل
معلوم نہین اسکو نہین چاہیئے کہ میرے کلام سے فتوی
دے اور جب آپ فتوی دیتے تو یون کہتے کہ یہ تجویز نعمان بن
ثابت کی یعنی میری ہے اور جسقدر ہمکو معلوم تھا سبمین
سب سے اچھی ہے تو اگر کوئی شخص اس سے بھی بہتر کہے تو
اس کا قول زیادہ تر صواب ہوگا۔ اور امام مالک رح کہا
کرتے کہ کوئی ایسا نہین جو اپنی گفتگو کی وجہ سے ماخوذ نہو
اور اسکا کلام اسپر رد نہ کیا جاوے بجز رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے۔ اور حاکم اور بیہقی نے امام شافعی سے روایت کیا ہے

انه کان یقول اذا صح الحدیث فهو
مذهبی وفی روایة اذا رأیتم کلامی
یخالف الحدیث فاعملوا بالحدیث واضربوا
بکلامی الحائط وقال یوما للمزنی یا
ابراهیم لا تقلدنی فی کل ما اقول
وانظر فی ذلک لنفسک
فانه دین وکان رحمه الله
علیه یقول لا حجة فی قول
احد دون رسول الله صلی
الله علیه وآله وسلم
وان کثروا ولا فی قیاس و
لا فی شیء ما وعلیکم
الا الطاعة لله ورسوله بالتسلیم
وکان الامام احمد یقول لیس
لاحد مع الله ورسوله کلام
وقال ایضا لرجل لا تقلدنی ولا
تقلدن مالکا ولا الاوزاعی ولا النخعی
ولا غیرهم وخذ الاحکام من
حیث اخذوا من الکتاب والسنة
ثم نقل عن جماعة عظیمة من علماء المذاهب
انهم کانوا یعملون ویفتون بالمذاهب من غیر
التزام مذهب معین من زمن اصحاب
المذاهب الی زمانه علی وجه

کہ وہ کہا کرتے کہ جب حدیث ثابت ہو جاوے تو وہی
میرا مذہب ہی اور ایک روایت مین یہ ہی کہ جب تم
میرے کلام کو دیکھو کہ حدیث کے مخالف ہی تو حدیث
پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر مارو اور ایک روز
مزنی سے کہا کہ اے ابراہیم جو کچھ مین کہون تو ہر بات
مین میری تقلید مت کر بلکہ تقلید کرنے مین اپنی
نجات کا فکر ملحوظ رکھہ کہ یہ دین ہے اور یہ بھی آپ
کہا کرتے کہ کسی کے کلام مین حجت نہین سوائے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے اگرچہ کہنے والے بہت سے
ہون اور نہ کسی قیاس مین اور نہ کسی دوسری چیز مین
حجت ہی اور تمکو لازم ہی کہ فرمانبرداری خدا تعالی
اور انکے رسول کی انقیاد کے ساتھ بجا لاؤ۔ اور
امام احمد رح کہا کرتے کہ کسی کو حکم خدا اور اسکے رسول
کے ساتھ کلام کی گنجایش نہین اور نیز ایک شخص سے
آپنے کہا کہ تو نہ میری تقلید کر نہ مالک کی نہ اوزاعی
کی نہ نخعی کی نہ انکے سوا کسی اور کی اور احکام کو اسی
جگہ سے حاصل کر جہان سے قرآن وحدیث مین سے
ان لوگون نے حاصل کیئے تمام ہوا بیان عبد الوہاب کا
پھر عبد الوہاب نے علماء مذاہب کی بڑی جماعت کا
حال بیان کیا ہی کہ ائمہ مذاہب کے وقت سے لیکر
عبد الوہاب کے وقت تک انکا دستور یہ تھا کہ مذاہب کے
بموجب عمل کرتے تھے اور فتوی دیتے تھے بدون اسکے
کہ کسی مذہب معین کا التزام ہوا اور یہان اسی طرح کیا ہے

يقتضي كلامه انّ ذلك امر لم يزل العلماءُ
عليه قديما وحديثا حتى صار بمنزلة
المتفق عليه فصار سبيل المسلمين الذي
لا يصح خلافه ولا حاجة لنا بعد
ما ذكره وبسطه الى نقل الاقاويل
ولكن لا بأس ان نذكر بعض
ما نحفظه في هذه الساعة قال البغوي
في مفتتح شرح السنة واني في اكثر
ما اوردته بل في عامته متبع الا القليل
الذي لاح لي بنوع من الدليل
في تاويل كلام محتمل او ايضاح
مشكلٍ او ترجيح قول على آخر وقال في
باب الدعاء الذي يستفتح به
الصلوة بعد ما ذكر التوجيه وسبحانك
اللهم وقد روي غير هذا من الذكر في
افتتاح الصلوة فهو من الاختلاف المباح
فبايها استفتح جاز وقال في باب المرأة
لا تخرج الا مع محرم وهذا الحديث يدل
على ان المرأة لا يلزمها الحج اذا لم تجد
رجلا ذا محرم يخرج معها وهو قول
النخعي والحسن البصري وبه
قال الثوري واحمد واسحاق
واصحاب الرأي

کہ اُس کا کلام اس بات کو مقتضی ہی کہ یہ بات ایسی
علماء سلف اور حال کے ہمیشہ سے اسی پر ہین یہا
کہ یہ بات گویا متفق علیہ ور مسلمانون کی راہ ٹھہر گئی
خلاف کرنا درست نہین اور چونکہ عبدالوہاب نے اس
کا ذکر بسط کے ساتھ کیا ہی تو ہمکو اقوال علما اسباب مین
کرنیکی ضرورت نہین لیکن اسوقت جو کچھ ہمکو یاد ہی
سے کسیقدر ذکر کرنے کا مضائقہ نہین۔ بغوی نے
السنہ کے شروع مین کہا ہی کہ مین اپنے اکثر بیان بلکہ
بیانین دوسرون کا تابع ہون بجز مقدار قلیل کے
کسی کلام محتمل کے باب مین کسی قسم کی دلیل سے
ہے یا لفظ مشکل کے واضح کرنے یا ایک قول کو دوسرے
ترجیح دینے مین جبطہ تحریر مین آئی۔ اور شرح السنہ
اُسبا مین جسمین وہ دعائین ہین جنسے نماز شروع کی جا
اول انی وجہت الخ اور سبحانک اللہم الخ ذکر کیا اور
کہ حدیث مین نماز کے شروع مین ان کے سوا اور ذکر بھی
ہین اور یہ کیسی طرح کا ذکر مباح اختلاف کی قسم
ہے جو نسے ذکر سے نمازی نماز شروع کریگا جائز ہوگا
اور اُس باب مین جسکا عنوان یہ حدیث ہے کہ عورت
بدون محرم کے ساتھ لیئے سفر نہ کرے کہا ہے کہ یہ حدیث
اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ عورت کو حج کرنا لازم نہین
اُس صورت مین کہ اُس کو کوئی مرد محرم ایسا میسر نہو جو
عورت مذکورہ کے ہمراہ جاوے اور نخعی اور حسن بصری کا
یہ قول ہی اور ثوری احمد و اسحق اور صحاب الرای بھی اسکے قائل

...لم الى انه يلزمها الخروج مع
النساء وهو قول مالك والشافعي
...الاول بظاهر الحديث قال
...ل حديث بروع بنت
قال الشافعي رحمة الله عليه
...لهت حديث بروع بنت
...للاحجة في قول احد
...النبي صلى الله عليه واله وسلم
...قال مرة عن معقل بن يسار ومرة
عن معقل بن سنان ومرة
...بعض اشجع وان لم يثبت فلا
...لها الميراث انتهى
...قال الحاكم بعد حكاية قول الشافعي
...حديث بروع بنت واشق
...ان بعض مشائخه قال لو
...الشافعي لقمت على رؤس اصحابه
...صح الحديث فقل به انتهى
...الحاكم وهكذا توقف
...في حديث بريدة الاسلمي
...اوقات الصلوة
...الحديث عند مسلم
جماعات من المحدثين
...كذا في المعتصر

اور کچھ علما اس طرف گئے ہین کہ اُس عورت کو
عورتون کے ساتھ سفر کرنا حج کے لیئے لازم ہی اور
امام مالک اور شافعی رح کا یہی قول ہی اور قول اوّل
اولی ہی بوجہ موافقت ظاہر حدیث کے۔ نیز بغوی نے
حدیث بروع بنت واشق کے بارہ مین ذکر کیا کہ امام
شافعی رح نے کہا ہی کہ اگر حدیث بروع بنت واشق
کی ثابت ہی تو کسی کے قول مین بجز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کے حجت نہین اس حدیث کی سند مین اضطراب ہے کہ
راوی کبھی کہتا ہی معقل بن یسار سے اور کبھی معقل بن
سنان سے اور کبھی بعض اشجع سے اور اگر حدیث مذکور
ثابت نہین تو ایسی عورت کو مہر نملیگا ترکہ شوہر سے
میراث پاویگی بغوی کا قول تمام ہوا۔
اور حاکم نے اوّل قول امام شافعی رح نقل کیا کہ اگر
حدیث بروع بنت واشق کی صحیح ہو تو مین اُسکا قائل
ہو جاؤن اُسکے بعد کہا کہ میرے بعض اساتذہ نے
کہا تھا کہ اگر مین امام شافعی کے پاس ہوتا تو اُنکے
شاگردونکے مجمع کے سامنے کھڑا ہو کر اُنسے کہتا کہ
حدیث بروع کی صحیح ہو چکی اب اُس کے قائل ہوجیے
حاکم کا قول ختم ہوا۔ اور اسی طرح امام شافعی
نے بریدہ اسلمی کی حدیث مین توقف کیا جو نماز کے
اوقات کے بارہ مین ہی اور حدیث مذکور مسلم کے نزدیک
صحیح ٹھری اسلیئے بہت سی محدثین کی جماعتون نے
توقف سے رجوع کیا۔ اور اسیطرح کسم کے رنگے ہوے

استدرك البيهقي على الشافعي بحديث عبد الله بن عمرو واستدرك الغزالي على الشافعي في مسئلة نجاسة الماء اذا كان دون القلتين في كلام كثير مذكور في الاحياء والنووي وجه ان بيع المعاطاة جائز على خلاف نص الشافعي واستدرك الزمخشري على ابي حنيفة في بعض المسائل منها ما قال في اية التيمم من سورة المائدة قال الزجاج الصعيد وجه الارض ترابا كان او غيره وان كان صخرا لا تراب عليه فلو ضرب المتيمم يده عليه ومسح لكان ذلك طهوره وهو مذهب ابي حنيفة فان قلت فما تصنع بقوله تعالى في سورة المائدة فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه اي بعضه وهذا لا يتاتى في الصخر الذي لا تراب عليه قلت قالوا ان من لابتداء الغاية فان قلت قولهم انها لابتداء الغاية قول متعسف ولا يفهم من قول العرب مسحت برأسي من الدهن ومن التراب ومن الماء الا معنى التبعيض قلت هو كما تقول

بیہقی نے امام شافعی پر عبد اللہ بن عمرو رض کی حدیث سے اعتراض کیا ہے اور امام غزالی نے امام شافعی پر پانی کی ناپاکی کے مسئلہ میں جبکہ قلتین سے کم ہو ایک بڑی تقریر میں اعتراض کیا ہے وہ تقریر احیاء العلوم میں مذکور ہے۔ اور نووی نے اس مسئلہ کی دلیل لکھی کہ بیع معاطاۃ یعنی بدون ایجاب و قبول زبانی کے قیمت بائع کو دینا اور اس سے چیز لے لینا جائز ہے باوجودیکہ یہ جواز تصریح امام شافعی کے خلاف ہے۔ اور زمخشری نے امام ابو حنیفہ پر بعض مسائل میں اعتراض کیا ہے انہیں سے ایک یہ ذکر کیا ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت تیمم کی تفسیر میں زجاج نے کہا ہے کہ صعید سے غرض سطح زمین ہے خواہ خاک ہو یا دوسری چیز اگرچہ پتھر ہو جس پر خاک نہ ہو تو اگر تیمم کنندہ پتھر پر ہاتھ مار کر مونھ اور ہاتھوں پر مسح کریگا تو یہ مسح اسکا پاک کنندہ یعنی تیمم ہو جائیگا اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے پس اگر تم اُنسے یوں کہو کہ آیہ سورۂ مائدہ میں تو فامسحوا بوجوہکم و ایدیکم منہ ہے اور منہ سے غرض یہ ہے کہ کچھ اسمیں سے تو یہاں کیا کروگے کیونکہ یہ صورت اُس پتھر میں جس پر خاک نہو بن نہیں پڑتی تو ہم یہ جواب دینگے کہ علما نے کہا ہے کہ من بمعنی بعض نہیں ہے بلکہ ابتدار غایت کیلیے ہے اب اگر یہ کہو کہ علما کا من کو ابتدار غایت کے لیے کہنا ضعیف قول ہے عرب کے ایسے محاورے کہ مثلاً بولیں مسحت براسی من الدہن ومن التراب ومن الماء سے یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں کہ میں نے اپنے سر میں ان اشیا میں سے کچھ لگایا یعنی من بمعنی بعض سمجھا جاتا ہے تو ہم کہینگے کہ جیسا تم کہتے ہو

والاذعان للحق احق من المراء انتهى كلام الزمخشري وهذا الجنس من مواخذات العلماء على ائمتهم لا سيما مواخذات المحدثين اكثر من ان يحصى وقد حكى لي شيخي الشيخ ابو طاهر الشافعي عن شيخه الشيخ حسن العجيمي الحنفي انه كان يامرنا ان لا نشدد على نسائنا في النجاسة القليلة لما كان لهم الحرج الشديد ويامرنا ان ناخذ في ذلك بمذهب ابي حنيفة في العفو عما دون الدرهم وكان شيخنا ابو طاهر يرتضي هذا القول ونقول به في الانوار انما يحصل اهلية الاجتهاد بان يعلموا امورا الاول كتاب الله تعالى ولا يشترط العلم بجميعه بل بما يتعلق بالاحكام ولا يشترط حفظه بظهر القلب الثاني سنة رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ما يتعلق بالاحكام لا جميعها ويشترط ان يعرف منهما الخاص والعام والمطلق والمقيد والمجمل والمبين والناسخ والمنسوخ ومن السنة المتواتر والاحاد والمرسل والمسند والمتصل والمنقطع وحال الرواة جرحا وتعديلا الثالث اقاويل علماء الصحابة فمن بعدهم

اور حق بات کو مان لینا جھگڑے کی نسبت بہتر ہے تمام ہوئی تقریر زمخشری کی۔ اور علما کی اس قسم کی گرفتیں اپنے اماموں پر خصوص محدثوں کی گرفتیں حد شمار سے زیادہ ہیں۔ اور مجھسے میرے اُستاد علامہ ابو طاہر شافعی نے اپنے اُستاد شیخ حسن عجیمی حنفی سے نقل کی کہ وہ ہمکو فرماتے کہ ہم اپنی عورتوں پر تھوڑیسی نجاست کے بارہ میں تشدد نہ کریں کیونکہ بڑی دقت ہوتی ہے اور ہمکو یہ بھی فرماتے کہ اس بارہ میں امام ابو حنیفہ کا مذہب اختیار کریں کہ نجاست درہم سے کمتر معاف ہے اور ہمارے اُستاد ابو طاہر شیخ حسن کے اس قول کو پسند کرتے تھے اور اسی پر عامل تھے انوار میں مذکور ہے کہ اجتہاد کی لیاقت کئی باتوں کے جاننے پر منحصر ہے۔ اول قرآن شریف کا جاننا اور سارے قرآن کا جاننا شرط نہیں بلکہ جسقدر احکام سے متعلق ہے اور نہ یہ شرط ہے کہ لوگ زبانی یاد کرلے دوسرے حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جو متعلق احکام ہے سب کا جاننا شرط نہیں اور شرط ہے کہ دونوں یعنی قرآن اور حدیث کو خاص اور عام اور مطلق اور مقید اور مجمل اور مبین اور ناسخ اور منسوخ کو جانے اور حدیث کے اقسام متواتر اور آحاد اور مرسل اور مسند اور متصل اور منقطع سے اور نیز راویوں کے حالات سے بلحاظ مطعون اور صادق ہونے کے واقف ہو۔ تیسرے صحابہ اور اُن کے بعد کے علما کے اقوال کا

اجماعا واختلافا الرابع القياس جليه
وخفيه وتمييز الصحيح من الفاسد
الخامس لسان العرب لغة واعرابا و
لا يشترط التبحر فى هذه العلوم بل يكفى
معرفة جمل منها ولا حاجة ان يتتبع
الاحاديث على تفرقها بل يكفى ان
يكون له اصل مصحح يجمع احاديث
الاحكام كسنن الترمذى والنسائى
وغيرهما كابى داؤد ولا يشترط ضبط
جميع مواضع الاجماع والاختلاف بل يكفى
ان يعرف فى المسئلة التى يقضى
فيها ان قوله لا يخالف الاجماع
بان يعلم انه وافق بعض المتقدمين
او يغلب على ظنه انه لم يتكلم
الاولون فيها بل تولدت فى
عصره وكذا معرفة الناسخ والمنسوخ وكل حديث
اجمع السلف على قبوله او تواترت
اهلية رواته فلا حاجة الى البحث عن عدالة
رواته وما عدا ذلك يبحث عن عدالة رواته
واجتماع هذه العلوم انما اشترط فى المجتهد
المطلق الذى يفتى فى جميع ابواب
الشرع ويجوز ان يكون
مجتهدا فى باب دون باب

اس اعتبار سے کہ کونسا قول اجماعی ہو اور کونسا اختلافی
چوتھے قیاس ہے کہ اسکے ظاہر اور خفی کو جانے اور صحیح کو فاسد
سے جدا کرنا پہچانے۔ پانچوین زبان عرب کا جاننا بلحاظ لغت
اور ترکیب کے اور ان سب علوم مین نہایت درجہ کا ماہر
ہونا شرط نہین بلکہ ان مین سے مقدار شایستہ کا جاننا کافی
ہے اور نہ یہ حاجت ہو کہ سب احادیث متفرق کی جستجو کرے
بلکہ اسکے پاس ایسی کتاب صحیح کا ہونا کافی ہو جو احکام
کی حدیثون کو حاوی ہو مثلا سنن ترمذی اور نسائی اور
ان کے سوا جیسے ابو داؤد ہے۔ اور نہ یہ شرط ہو کہ اجماع
اور اختلاف کی سب جگہون کو لکھ لے بلکہ یہ کافی ہے کہ
جس مسئلہ مین حکم کرے اُس مین یہ جان لے کہ میرا قول
اجماع کے مخالف نہین اسطرح پر کہ معلوم کر لے کہ میرا
قول بعض متقدمین کے قول کے موافق پڑا یا اسکے گمان پر
غالب ہو کہ پہلے لوگون نے اس مسئلہ مین کلام نہین کیا
بلکہ یہ واقعہ میرے ہی زمانے مین پیدا ہوا ہے۔ اور اسیطرح
ناسخ اور منسوخ کے جاننے کا حال ہو کہ سب کا ضبط کرنا شرط
نہین۔ اور جس حدیث کے قبول کر لینے پر سلف نے اجماع
کیا ہو اور اُس کے راویون کا عادل ہونا درجہ تواتر کو
پہونچگیا ہو تو اسکے راویون کی عدالت مین اب کرید کرنیکی
حاجت نہین اور اس قسم کے سوا کی حدیث کے راویون کی
عدالت تحقیق کیجائے۔ اور ان علوم پنجگانہ کا اجتماع صرف
ایسے مجتہد مطلق مین شرط ہے کہ شریعت کے تمام ابواب مین
فتوی دے اور ہو سکتا ہو کہ کسی باب مین مجتہد ہو کسی مین نہو

ومن شرط الاجتهاد معرفة
اصول الاعتقاد قال الغزالى ولا
يشترط معرفته على طرق
المتكلمين بادلتها التى يحررونها
ومن لا يقبل شهادته من المبتدعة
لا يصح تقليده القضاء وكذا تقليد من
لا يقول بالاجماع كالخوارج
او باخبار الاحاد كالقدرية
او بالقياس كالشيعة وفى الانوار ايضا
ولا يشترط ان يكون للمجتهد مذهب مدون
واذا دونت المذاهب جاز للمقلد
ان ينتقل من مذهب الى مذهب و
عند الاصوليين ان عمل به فى حادثة فلا
يجوز فيها ويجوز فى غيرها وان لم
يعمل جاز فيها وفى غيرها ولو قلد
مجتهدا فى مسائل واخر فى
مسائل جاز وعند
الاصوليين لا يجوز ولو اختار
من كل مذهب
الاهون قال ابو اسحاق
يفسق وقال ابن
ابى هريرة لا ورجحه فى بعض
الشروح وفى الانوار

اور ایک شرط اجتہاد اصول اعتقاد کا جاننا ہے
امام غزالی نے کہا کہ اعتقاد کا جاننا متکلمون کے
طور پر شرط نہین کہ ہر ایک عقیدہ کی دلیل لکھتے
ہین۔ اور بدعتیون مین سے ایسے شخص کو قاضی کرنا
درست نہین جسکی گواہی مقبول نہو اور علی ہذا القیاس
ایسے کو قاضی کرنا جو اجماع کا قائل نہو جیسے فرقہ
خارجیون کا یا آحاد حدیثون کا قائل نہو جیسے فرقہ قدریہ
ہو یا قیاس کا منکر ہو جیسے رافضی ہین۔ اور نیز انوار
مین ہو کہ یہ شرط نہین کہ مجتہد کا کوئی مذہب قلم بند ہو
اور جب مذاہب لکھے گئے تو مقلد کو جائز ہو کہ ایک مذہب
سے دوسرے کیطرف چلا جائے اور اصولیون کے نزدیک
کسی معاملہ مین اگر ایک مذہب کے موجب عمل کر چکا
ہی تو اس معاملہ مین انتقال دوسرے مذہب کیطرف
جائز نہین اسکے سوا دوسرے معاملہ مین درست ہے اور
اگر اول مذہب کے بموجب اُس معاملہ مین عمل نہین کیا
تو اسمین اور دوسرے معاملہ مین دونون مین انتقال جائز ہے
اور اگر چند مسائل مین ایک امام کی تقلید کی اور
چند دوسرون مین دوسرے امام کی تو درست ہے
اور اصولیون کے نزدیک درست نہین۔ اور اگر
ہر مذہب مین سے زیادہ آسان اختیار کیا تو ابو اسحق
کہتے ہین کہ ایسا شخص فاسق ہو جاتا ہے اور ابن
ابی ہریرہ نے کہا کہ فاسق نہین ہوتا اور بعض شرحون نے
اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اور یہ بھی انوار مین ہو

ایضا المنتسبون الی مذهب الشافعی
و ابی حنیفة و مالک رحمهم الله واحمد رحمه الله
اصناف احدها العوام وتقلیدهم للشافعی
متفرع علی تقلید المنتسب الثانی
البالغون الی رتبة الاجتهاد والمجتهد
لا یقلد مجتهدا وانما ینتسبون الیه لجریهم
علی طریقته فی الاجتهاد واستعمال الادلة
وترتیب بعضها علی بعض الثالث
المتوسطون وهم الذین لم یبلغوا
رتبة الاجتهاد لکنهم وقفوا
علی اصول الامام وتمکنوا من
قیاس ما لم یجدوه منصوصا علی
ما نص علیه وهؤلاء مقلدون
له وکذا من یاخذ بقولهم من العوام
والمشهور انهم لا یقلدون فی انفسهم
لانهم مقلدون وقال ابو الفتح الهروی
وهو من تلامذة الامام مذهب عامة
الاصحاب فی الاصول ان العامی
لا مذهب له فان وجد مجتهدا
قلده وان لم یجده ووجد متبحرا فی
مذهب قلده فانه یفتیه علی مذهب
نفسه وهذا تصریح بانه یقلد
المتبحر فی نفسه

جو لوگ منسوب ہین امام شافعی رضی اللہ عنہ اور
امام مالک اور امام احمد کے مذہب کیطرف وہ چند قسم
ہین اول عوام اور انکا تقلید کرنا امام شافعی کے
کسی مجتہد منتسب کی تقلید کرنیسے پیدا ہوا ہے دوسرے وہ
لوگ جو اجتہاد کے رتبہ کو پہونچے ہوے اور مجتہد دوسرے
مجتہد کی تقلید نہین کرتا تو ایسے لوگ جو شافعی کہلاتے
ہین صرف اسوجہ کہ امام شافعی کے طریق اجتہاد کرنے
اور دلیلون کے استعمال مین لانے اور دلیلون کو
بعض پر مرتب کرنے مین انکے قدم بقدم ہین۔
قسم سوم بیچ کے درجہ کے لوگ کہ درجہ اجتہاد کو نہین پہونچے
لیکن امام کے قواعد سے واقف ہین اور اس بات پر
قادر ہین کہ جس مسئلہ مین حکم صریح امام کا نہ پاوین اسکو
اُس مسئلہ پر قیاس کرلین جس مین امام نے صریح کہا ہے
تو یہ لوگ امام کے مقلد ہین اور اسی طرح وہ عوام بھی ہین
وہ لوگ جو اُن کے قول پر عمل کرین اور مشہور یہ ہے کہ
ایسے لوگون کی بذات خود تقلید نہین کیونکہ وہ خود
مقلد ہین۔ اور ابو الفتح ہروی نے جو امام کے تلامذہ
مین سے ہے کہا ہے کہ اکثر ہمارے اصحاب کا مذہب اصول
مین یہ ہے کہ عامی کوئی مذہب نہین رکھتا اگر کسی مجتہد
کو پاوے تو اسکی تقلید کرے اور اگر مجتہد نہو اور کوئی
عالم زبردست مذہب مین ہو تو اسکی تقلید کرے کیونکہ
وہ اسکو اپنے خود کے مذہب پر فتوی دیگا یہ تقریر صاف
کہتی ہے کہ عالم نہایت ماہر کی خود کی تقلید جائز ہے

والمرجح عند الفقهاء ان العامی المنتسب
الی مذهب له مذهب ولا یجوز
له مخالفته ولو لم یکن منتسبا
الی مذهب فهل یجوز ان یتخیر و
یقلد ای مذهب شاء فیه خلاف
مبنی علی انه یلزمه التقلید بمذهب
معین ام لا فیه وجهان قال
النووی والذی یقتضیه
الدلیل انه لا یلزمه بل یستفتی من شاء
ومن اتفق لکن من غیر تلقط للرخص
فی کتاب ادب القاضی من فتح
القدیر واعلم ان ما ذکر المصنف فی
القاضی ذکر فی المفتی فلا یفتی الا
المجتهدون وقد استقر رای الاصولیین
علی ان المفتی هو المجتهد فاما غیر
المجتهد ممن یحفظ اقوال المجتهد
فلیس بمفت والواجب علیه اذا سئل
ان یذکر قول المجتهد علی طریق الحکایة
کابی حنیفة علی جهة
الحکایة فعرف ان ما یکون فی
زماننا من فتوی الموجودین
لیس بفتوی بل هو نقل
کلام المفتی

اور قول راجح فقہا کے نزدیک یہ ہے کہ جو عامی
کسی مذہب کیطرف منسوب ہو اسکا مذہب وہی ہوتا ہے
اور اسکو مخالفت کرنی اس مذہب کی جائز نہین
اور اگر عامی کسی مذہب کیطرف منسوب نہو تو یہان
یہ سوال ہے کہ اسکو جائز ہے یا نہین کہ جس مذہب کو
چاہے پسند کرکے اسکی تقلید کرے اس سوال کے
جواب مین خلاف اس بنا پر ہے کہ عامی کے ذمہ تقلید
مذہب متعین کی لازم ہے یا نہین اس باب مین دو
صورتین ہین نووی نے کہا ہے کہ دلیل تو اسبات
کو چاہتی ہے کہ اسکے ذمہ لازم نہین بلکہ جس سے
چاہے اور جو ملے فتوی پوچھ لے بدون اسکے کہ رخصتین
چھانٹے۔ اور فتح القدیر کی کتاب ادب القاضی مین
ہے کہ معلوم کرنا چاہیے کہ مصنف نے جو امور قاضی
کے حق مین بیان کیے وہی مفتی کے بارہ مین ذکر کیے
اس سے یہ نکلا کہ مجتہدون کے سوا کوئی فتوی نہ دے
اور اصولیون کی رائے اس بات پر جمگئی ہے کہ مفتی
مجتہد ہی ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص مجتہد نہو اور
مجتہد کے اقوال یاد کرلے تو وہ مفتی نہوگا اور
جب اس سے سوال پوچھا جائے تو اسپر واجب ہے
کہ جواب مین مجتہد کا قول بطور حکایت ذکر کرے
جیسے ابو حنیفہ کا قول مثلا بیان کردے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ جو فتوی ہمارے زمانہ کے موجود علما کا ہوتا ہے
وہ فتوی واقعی نہین بلکہ مفتی مجتہد کے کلام کی نقل ہے

ليأخذ به المستفتي طريق نقله
كذلك عن المجتهد احد امرين
اما ان يكون له سند فيه اليه
او يأخذ من كتاب معروف
تداولته الايدي نحو كتب محمد بن
الحسن ونحوها من التصانيف
المشهورة للمجتهدين لانه بمنزلة
الخبر المتواتر عنهم او المشهور هكذا
ذكر الرازي فعلى هذا لو وجد
بعض نسخ النوادر في زماننا لا يحل
رفع ما فيها الى محمد ولا الى ابي يوسف
لانها لم تشتهر في عصرنا في ديارنا ولم
تتداول نعم اذا وجد النقل عن النوادر
مثلا في كتاب مشهور معروف
كالهداية والمبسوط كان ذلك تعويلا على
ذلك الكتاب فلو كان حافظا للاقاويل
المختلفة للمجتهدين ولا يعرف الحجة
ولا قدرة له على الاجتهاد للترجيح
لا يقطع بقول منها ولا يفتي به بل يحكيها
للمستفتي فيختار المستفتي ما يقع
في قلبه انه الاصوب ذكره
في بعض الجوامع وعندي انه
لا يجب عليه حكاية كلها

تاکہ فتوی دریافت کرنیوالا اُس کے بموجب عمل کرے۔
اور فتوی دہندہ کو مجتہد کے قول سے ہمیشہ نقل کرنے کا
طور دو باتوں میں سے ایک ہوتی ہے یا تو مفتی کے پاس
کوئی سند مجتہد تک پہنچتی ہے یا اُس قول کو
کسی کتاب مشہور سے کہ اس بارہ میں ہو نقل کرتا ہے مثلاً
کتابیں امام محمد ابن الحسن کی اور اُن میں رائج ہے سوا اور مجتہدوں کی
ویسی ہی مشہور تصنیفیں کہ یہ کتابیں اُن لوگوں سے بجائے
خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا ہی ذکر کیا ہے رازی نے
پس اسی بنا پر اگر کوئی نسخہ نوادر کا ہمارے زمانہ میں ملجاوے
تو اس کے مضمون کو امام محمد یا امام ابو یوسف کیطرف منسوب
کرنا حلال نہ ہوگا کیونکہ وہ کتاب ہمارے زمانہ میں ہمارے
شہروں میں مشہور ہوئی اور نہ ہمارے ہاتھوں پڑی ہاں
اگر کوئی مسئلہ کتاب نوادر کا کسی کتاب مشہور اور مروج میں
منقول ہے مثلا ہدایہ اور مبسوط میں مذکور ہو تو اس صورت
میں کتاب مذکور پر اعتماد ہوسکتا ہے۔ اگر فتوی دہندہ
مجتہدوں کے اقوال مختلف مسائل میں یاد رکھتا ہو اور
حجت کسی قول کی نہیں جانتا اور نہ اجتہاد پر قادر ہو
کہ کسی قول کو ترجیح دے تو اس صورت میں کسی قول پر
یقین نہ کرے اور کسی کے بموجب فتوی دے بلکہ سب
اقوال کو فتوی خواہندہ کے پیش نقل کردے کہ وہ اُن میں
سے ایسا قول اختیار کرے جو اُسکے دل میں صواب تر معلوم
ہو اسکو بعض جوامع کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ اور میرے
نزدیک سب اقوال کا نقل کرنا واجب نہیں

بل يكفيه ان يحكي قولا منها فان
المقلد له ان يقلد اي مجتهد شاء
فاذا ذكر احدهم فقلده حصل
المقصود نعم لا يقطع عليه فيقول
جواب مسئلتك كذا بل يقول
قال ابو حنيفة حكم هذا كذا
نعم لو حكى الكل فالاخذ بما يقع
في قلبه انه اصوب اولى
والعامي لا عبرة بما يقع في
قلبه من صواب الحكم
وخطائه وعلى هذا استفتى فقيهين
اعني مجتهدين فاختلفا عليه
الاولى ان يأخذ بقول من
يميل اليه قلبه منهما وعندي
انه لو اخذ بقول الذي
لا يميل اليه جاز لان
ميله وعدمه سواء
والواجب عليه تقليد
مجتهد وقد فعل اصاب
ذلك المجتهد او اخطأ و
قالوا المنتقل من مذهب الى مذهب
باجتهاد وبرهان اثم يستوجب التعزير
فبلا اجتهاد وبرهان

بلکہ اُسکو کافی ہے کہ صرف ایک قول کو سب اقوال
میں سے نقل کردے اور مقلد فتوی خواہندہ کو
اختیار ہے کہ جس مجتہد کی چاہے تقلید کرے تو جب
فتوی دہندہ ایک مجتہد کا ذکر کریگا اور فتوی خواہندہ
اُسکی تقلید کریگا تو مطلب حاصل ہوجائیگا ہاں ایک
قول کو قطعی طور پر فتوی خواہندہ کے سامنے نہ کہے
کہ تیرے سوال کا جواب قطعا یہ ہے بلکہ یوں کہے کہ
مثلا امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اس مسئلہ کا حکم یہ ہے
البتہ جس صورت میں کہ سب اقوال کو نقل کردے تو
فتوی خواہندہ کو اسی قول پر عمل کرنا بہتر ہے جو اُسکے
دل میں زیادہ صواب معلوم ہو اور عامی کا کچھ اعتبار
نہیں کہ اُسکے دل میں حکم کا صواب ہونا اور خطا ہونا
برابر ہے اور اس بنا پر اگر عامی نے دو عالموں یعنی
مجتہدوں سے فتوی پوچھا اور دونوں نے جواب مختلف
دیا تو بہتر یہ ہے کہ عامی مذکور اُس شخص کا قول اختیار
کرے جسکی طرف دونوں میں سے اسکا دل میل کرے
اور میرے نزدیک اگر عامی اُس شخص کا قول اختیار
کرے جسکی طرف اسکا دل مائل نہیں تب بھی جائز ہے
کیونکہ عامی کے دل کا مائل ہونا اور نہ ہونا یکساں ہے،
اسپر تو مجتہد کی تقلید واجب ہے وہ کرچکا وہ مجتہد صواب
پر ہو یا خطا پر۔ اور فقہا نے کہا ہے کہ ایک مذہب سے
دوسرے میں جانیوالا اجتہاد اور دلیل کے ساتھ
گناہگار ہے اور قابل سزا اور اجتہاد اور دلیل کے پہلے

اولی ولا بد ان یُراد بہذا
الاجتہاد معنی التحری وتحکیم
القلب لان العامی لیس لہ اجتہاد
ثم حقیقۃ الانتقال انما یتحقق
فی حکم مسئلۃ خاصۃ
قلد فیہ وعمل بہ والا
فقولہ قلدت اباحنیفۃ
فیما افتی بہ من المسائل مثلا
والتزمت العمل بہ علی الاجمال
وھو لا یعرف صورہا لیس حقیقۃ
التقلید بل ھذا حقیقۃ تعلیق
التقلید او وعد بہ کانہ التزم
ان یعمل بقول ابی حنیفۃ فیما یقع لہ من
المسائل التی تتعین فی الوقائع فان
ارادوا ھذا الالتزام فلا دلیل
علی وجوب اتباع المجتہد المعین
بالزامہ نفسہ ذلک قولا او نیۃ
شرعا بل الدلیل واقتضی العمل بقول
المجتہد فیما احتاج الیہ
بقولہ تعالی فاسئلوا اھل الذکر
ان کنتم لا تعلمون والسوال انما
یتحقق عند طلب حکم الحادثۃ المعینۃ
وحینئذ اذا ثبت عندہ قول المجتہد

جانبو الا بطریق اولی گناہ گار ہوگا - اور ضرور ہے کہ اس
اجتہاد سے اٹکل اور دل کی پختگی مراد لیجاوے کیونکہ
عامی تو اجتہاد رکھتا ہی نہیں - پھر یہ انتقال مذہب
موجب گناہ و تعزیر واقع میں صرف اُس مسئلہ خاص کے
حکم میں ثابت ہوتا ہی جسمین تقلید کرکے اُس حکم پر عمل کرلیا
ہو ورنہ مقلد کا یوں کہنا کہ مین نے مثلاً امام ابوحنیفہ کی
تقلید اُن مسائل مین کرلی جنمین اُنھون نے فتوی دیا ہی
اور اُن کے فتوی کے بموجب عمل کرنا اپنے ذمہ مجمل طور پر
لازم کرلیا حالانکہ مسائل کی صورتین اُس کو معلوم نہین
واقع مین تقلید نہین بلکہ یہ قول زبانی حقیقت مین
تقلید کو مشروط کرنا یا تقلید کا وعدہ کرنا ہے گویا
اُس نے اس بات کا التزام کرلیا کہ جو مسائل معین
واقعات مین مجکو پیش آوین گے اُن مین امام ابوحنیفہ
کے قول پر عمل کرونگا - تو اگر فقہا نے لزوم مذاہب
معین سے یہی التزام مراد لیا ہے تو ایک مجتہد معین
کے اتباع کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہین جس
سے زبانی یا نیت مین شرعاً اس اتباع کو مقلد اپنے
ذمہ لازم کرلے بلکہ دلیل اور مجتہد کے قول پر عمل کرنے
کا موجب اُن مسائل مین کہ آدمی کو حاجت پڑے
یہ ارشاد خداوندی ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم
لا تعلمون --- اور سوال جبھی ہوگا کہ کسی معین
واقعہ مین حکم کی ضرورت ہوا ور اس صورتمین
جب جوینِدہ کے نزدیک مجتہد کا قول ثابت ہوگا

وجب عملہ بہ والغالب ان مثل ھذہ
الالزامات منہم لکف الناس عن
تتبع الرخص والا اخذ العامی فی کل
مسئلۃ بقول مجتہد اخف علیہ وانا لا
ادری ما یمنع ھذا من النقل والعقل فکون
الانسان متتبع ما ھو اخف علی نفسہ من
قول مجتہد یسوغ لہ الاجتہاد ما علمت
من الشرع ذمہ علیہ وکان
صلی اللہ علیہ وسلم یحب ما خفف عن
امتہ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب
انتہی وھذا اخر ما اردنا ایرادہ
فی ھذہ الرسالۃ والحمد للہ اولا و اخرا

تمت

تو اُسکے بموجب عمل کرنا اُسپر واجب ہوگا - اور غالب یہ ہو کہ
ان جیسی لازم کرنیکی چیزین فقہا کیطرف سے اس غرض سے ہوئین کہ لوگ
رخصتونکی جستجو نہ کرین نہین تو نہ عامی کے حق مین ہر مسئلہ مین
کسی مجتہد کے قول پر عمل کرلینا اُسپر بہت سہل ہو اور ہمکو معلوم نہین
کہ دلیل نقلی یا عقلی مین سے اس امر کا کون مانع ہی یعنی اگر انسان کسی
مجتہد کے جس کو اجتہاد جائز ہو ایسے قول کی جستجو کرے کہ
اُس کے نفس پر سہل تر ہو تو ہمکو معلوم نہین کہ شرع نے
اس امر پر اُسکی برائی کی ہو حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا دستور تھا کہ جو باتین آپکی اُمت پر سہولت کی ہون
اُنہین کو دوست رکھتے تھے اور امر صواب کو خدای پاک زیادہ
جانتا ہی تمام ہوا کلام فتح القدیر کا - اور یہ آخر ہی اُس مضمون کا جس کو
ہمنے اس رسالہ مین بیان کرنا چاہا اور خدا ہی کو سب تعریفین زیبا
ہین ابتدا مین اور انتہا مین --- تمت

خاتمۃ الطبع

خدا کے فضل و احسان سے یہ کتاب نادر الوجود اعنی عقد الجید فی احکام
الاجتہاد والتقلید معہ ترجمہ اُردو الموسوم بہ سلک مروارید نہایت
خوبی کے ساتھ مطبع مجتبائی دہلی مین حقر العباد
محمد عبد الاحد کے اہتمام سے چھپکر
مقبول طبائع خاص و عام
ہوئی

کاپی رائٹ اس کتاب کا بہ رجسٹری باضابطہ محفوظ ہی

العبد محمد عبد الاحد مالک و مہتمم مطبع مجتبائی دہلی

قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین

یہ کتاب حضرۃ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تالیف سے ہے اس مین خلفائے راشدین کے فضائل او رمحامد اور حالات نہایت شرح و لبسط سے لکھے گئے ہین یہ کتاب اپنے اوصاف مین بیمثل ہے آجتک یہ کتاب مثل عنقا ناپیدا و مانند ہما کمیاب تھی مطبع نے بڑی جستجو اور تلاش سے حاصل کی اور مولانا محمد احسن صاحب مد ظلہ سے تحشیہ کرا کر نہایت صحت کے ساتھہ پاکیزہ کاغذ پر چھاپا جو شائقین اس گوہر بے بہا اور در یتیم کو نقد جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے تشریف لائین اور دامن مقصود کو گلہائے مراد سے بھرین ؁

المشـــتهر

محمد عبد الاحد مالک و مہتمم مطبع مجتبائی دہلی سنہ ۱۳ھ

مسلم شریف مترجم اردو کامل
نسائی شریف مترجم اردو
ابوداؤد مترجم اردو
ترجمہ اردو آثار امام محمد
ترمذی شریف مترجم اردو
مظاہر حق ترجمہ اردو مشکوٰۃ شریف
طریقۃ النجاۃ فی ترجمۃ صحاح من المشکوٰۃ بزبان اردو
مشارق الانوار —
سلیقہ ترجمہ ادب المفرد امین
تہذیب اخلاق کی تمام حدیثین جمع ہین —
بہار خلد شرح شمائل ترمذی اردو
ریاحین العابدین ترجمہ اردو ریاض الصالحین از الملم لودی
تحفۃ الاخیار ترجمہ اردو مشارق الانوار
مجالس الابرار مترجم اردو احمدی
کشف المغطا ترجمہ اردو موطا
خیر متین ترجمہ اردو حصن حصین
اس کتاب کا ترجمہ اردو مسمی

ظفر جلیل آجکل کے محاورہ کے موافق نہ تہا اسلیے اسکا بامحاورہ ترجمہ مع اضافہ فوائد و حواشی فریب التشمس مطبع جناب مولوی محمد احسن صاحب مد ظلہ العالی نے کیا ہے یہ کتاب اس خوبی کے ساتھہ مرتب اور طبع ہوئی ہے کہ غالبًا جو لوگ ظفر جلیل خرید کر چکے ہین وہ مکرر اس خیر متین کو دا خل تقامین لینگے
نیۃ المصلے عربی محشی مع حل لغات مجتبائی
قدوری عربی —
فقہ اکبر مع شرح ملا علی قاری مجتبائی
فقہ اکبر شرح ترجمہ مہر النور رضم مایا
فتاوی حدیث للشیخ شہاب الدین احمد
حاشیہ الدر المنثور لامام جلال الدین سیوطی رحم
حاشیہ ابو السعود ملا مسکین یہ
شرح کنز الدقائق کی عجیب و غریب ہے
طائی شرح کنز مطبوعہ مصر
طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری
فتاوی حامدیہ مصری
فتاوائے خیریہ مصری

صغیری شرح منیۃ المصلے مجتبائی مع حواشی کبیری وغیرہ صحیح
کبیری شرح منیۃ المصلے —
کنز الدقائق خرد کشوری
ایضا بمبئی کلان مجلد
کنز الدقائق محشی بحواشی جدیدہ از فتح المعین للملا مسکین علیشی عاشی وغیرہ مطبوعہ مجتبائی دہلی زیر طبع
مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق
شرح وقایہ مع عمدۃ الرعایہ جلد اول دوم
سعایہ شرح وقایہ
شرح وقایہ مع چلپی
ذخیرۃ العقبی حاشیہ شرح وقایہ
ہدایہ مصطفائی
ہدایہ مع الکفایہ دہلی
جامع صغیر
جامع الرموز
فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ
عینی شرح ہدایہ
فتح القدیر
غنیۃ الطالبین مع ترجمہ فارسی

فتاوی قاضی خان
فتاوی عالمگیری
مجموعہ فتاوی مولوی عبد الحی
عینی شرح کنز کامل
حموی شرح اشباہ النظائر —
در مختار
رد المحتار شرح در المختار مع تکملہ
حاشیہ جوہرہ بر قدوری مصری
اصول الشاشی محشی بحواشی جدیدہ مطبوعہ مجتبائی —
فصول شرح اصول الشاشی
نامی شرح حسامی مجتبائی
غایۃ التحقیق شرح حسامی
نور الانوار مصطفائی
توضیح تلویح کلان
مسلم الثبوت محشی
شرح مسلم الثبوت بحر العلوم
کشف المبہم شرح مسلم الثبوت مجتبائی
حسامی کشوری
مولوی حسامی
عین العلم شرح زین العلم فارسی ملا علی قاری